مسئلہ

صلوٰۃ و سلام قبل اذان

از قلم

حضرۃ قبلہ علامہ مفتی

غلام سرور قادری

ایم اے اسلامک اہ

ناشر: مرکزی ادارہ مصباح القرآن سنٹرل کمرشل مارکیٹ و اشاعت قرآن و سنت مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

فون: ۸۰۲۳۹۶

مسئلہ
صلوٰۃ وسلام قبل اذان

از قلم

استاذ العلما حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری ایم اے اسلامکس

ناشر

مصباح القرآن سنٹرل کمرشل مارکیٹ
ناشر: مرکزی ادارہ اشاعت قرآن و سنت مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

فون: ۸۷۲۳۹۶

نام کتاب: ———— صلوٰۃ وسلام قبل اذان
نام مؤلف: ———— مفتی غلام سرور قادری
طابع: ———— صائمہ پرنٹرز لاہور
ناشر: ———— مرکزی ادارہ قرآن وسنت مین مارکیٹ گلبرگ
ومصباح القرآن - ماڈل ٹاؤن، لاہور
بار: ———— دوم
سن: ———— ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۵ء
تعداد: ———— ایک ہزار
قیمت: ———— آٹھ روپے

مشاورۃ

جناب حافظ ڈاکٹر عبد الحق صاحب مدظلہ العالی

قاری محمد بشیر قادری ناظم نشر واشاعت

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی

شرعی حیثیّت

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اذان سے پہلے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ جائز ہے یا ناجائز ؟

اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں نام نہاد تنظیم نوجوانانِ اہلسنت و الجماعت، شادباغ اور نام نہاد مرکزِ سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت، دارالحق آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ، ٹاؤن شپ، لاہور، پاکستان نے بھی فتویٰ چھاپ کر تقسیم کیا ہے، براہ نوازش ان کے دلائل کے جوابات بھی ارشاد فرمائیں۔

منجانب

عوام اہلِ سنّت وجماعت

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا مشروع ومسنون ہے

باسمہٖ تعالیٰ

حمد وصلوٰۃ کے بعد جواباً معروض ہے کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا مشروع ومسنون ہے۔

اِس سے پیشتر کہ ہم اِس سلسلے میں کتاب وسنّت اور علماءِ امّت سے دلائل پیش کریں، صلوٰۃ وسلام کے خلاف چھپے ہوئے اشتہار کی ایک ایک بات کا ترتیب وار تجزیہ پیش کرتے ہیں:۔

اعتراض

اذان سے قبل اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا مشروع (جائز) نہیں۔

جواب

مجیب نے اِس کے مشروع وجائز نہ ہونے کی کوئی دلیلِ شرعی بیان نہیں کی۔

قاعدۂ شرعیہ

قاعدۂ شرعیہ یہ ہے کہ جس چیز کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیلِ شرعی نہ ہو وہ یقیناً جائز ہوتی ہے کیونکہ اصلِ اشیاء اباحت وجواز ہے لہٰذا

کسی شے کے مباح وجائز ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیلِ شرعی نہ ہو، جواز کی دلیل لانے کی ضرورت نہیں بلکہ عدمِ جواز پر دلیل کی ضرورت ہے، اگر یہ قاعدہ معلوم ہو تو اس سے بیشمار مسائل از خود حل ہو جاتے ہیں چنانچہ امام علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ حدیقہ شریف میں فرماتے ہیں :-

فکل شيئ لم يدل الدليل على حرمة. فهو مباح الاصل فی الاشياء الاباحة (ج ۲ ص ۲۵۵)

جس چیز کی حرمت وممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو وہ جائز ہے کہ ہر چیز اپنی اصل کے اعتبار سے مباح وجائز ہے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے :

الاصل الاباحة (ج ۴ ص ۱۰۱ بحث الحداد)

ہر شے کی اصل اباحت وجواز ہے۔

اسی طرح امام علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم فقہ حنفی کی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں قاعدہ: ان الاباحة اصل (ص ۶۶ طبع مصر) یعنی یہ ایک قاعدہ ہے کہ اباحت وجواز ہر شے کی اصل وبنیاد ہے۔ اسی طرح سید الفقہاء المتاخرین علامہ سید محمد امین ابن عابدین ردالمحتار شرح الدر المختار میں فرماتے ہیں :-

والاصل الاباحة على المختار (ج ۶ ص ۴۶۱ فی الاشربہ)

یعنی قولِ مختار یہی ہے کہ ہر شے کی اصل جواز ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی بات کے جواز کی نہیں، عدمِ جواز کی دلیل پوچھی جائیگی، اگر عدمِ جواز کی نہ ملے تو جواز کے لئے یہی کافی ہے لہٰذا مفتی غلام رسول ایڈیٹر انوار الصوفیہ کا اسے ناجائز بنا کر دلیل سے تہی دامنی کا مظاہرہ کرنا ان کے منشا کے برعکس جواز کی دلیل قرار پایا، اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں :-

اعتراض

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کا حکم قرآن شریف کے ساتھ مخصوص ہے، اِس کے سوا کسی چیز سے پہلے پڑھنے کا حکم نہیں۔

جواب

اور یہی ہمارا خیال ہے کہ تعوّذ کا حکم قرآنِ مجید کے ساتھ مخصوص ہے، اذان سے پہلے تعوّذ (اعوذ باللہ) پڑھنے کا حکم نہیں، حکم کے معنی ہر شخص جانتا ہے کیونکہ حکم ہوتا تو اس کا اذان سے قبل پڑھنا جائز ہی نہیں، واجب ہوتا کیونکہ حکم و امر کا مفاد فرضیت اور وجوب ہے، یہاں چونکہ حکم نہیں لہٰذا یہ واجب بھی نہیں ہے لیکن حکم کی نفی سے توجوب کی نفی ہوتی ہے، اس سے جواز کی نفی کیسے سمجھ لی گئی؟

قاعدۂ شرعیہ یہ بھی ایک قاعدۂ شرعیہ ہے کہ جس کام کے کرنے کا حکم نہ ہو اور ممانعت کی بھی دلیل نہ ہو، وہ بلاشبہ جائز قرار پاتا ہے اور اگر مفتی صاحب کا مقصد یہ ہو کہ حکم سے ان کی مراد جواز ہے یعنی قرآنِ مجید کی قراءت کے علاوہ کہیں بھی اعوذ باللہ پڑھنا جائز نہیں تو انہیں قرآنِ کریم کی سورۂ اعراف آیت ۷، سورۂ غافر اور سورۂ یوسف آیت ۱۲ پر نظر فرمانا چاہیے کہ کتنے امور پر تعوّذ کا ذکر ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ اشتہار والے صاحبان اُدھر تو مفتی غلام رسول صاحب کا فتوٰے چھاپ رہے ہیں کہ اعوذ باللہ پڑھنا قرآنِ مجید کے ساتھ مخصوص ہے کسی دوسرے محل و موقع پر غیر مشروع و ناجائز ہے لیکن اشتہار کے آخر میں غیر قرآن پر نعوذ باللہ پڑھ کر اپنے ہی فتوے کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں جسے ان ہی کہا جاسکتا ہے

ع برین عقل و دانش بباید گریست

یا مفتی صاحب اپنے فتوے کے شروع میں بھول گئے تو اس صورت میں یوں کہا جا سکتا ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد

نیز وہ حدیث بھی انہیں یاد دلانا کافی ہوگا جس میں ہے کہ جب انصار رضوان اللہ علیہم نے کہا تھا کہ ایک ہم میں سے امیر ہوگا اور ایک تم مہاجرین میں سے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے سوال کیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلّے پر کھڑا کر دیا، اب تم میں سے کونسا شخص ہوگا جو ابوبکر سے آگے بڑھنا پسند کرے گا:

قالوا نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر۔ (نسائی ج۲، ص۱۲۶) یعنی ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکر سے آگے بڑھیں۔

دیکھیے یہاں صحابہ نے اعوذ باللہ پڑھا اور یہ تلاوتِ کلامِ الٰہی کا محل و موقع بھی نہ تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ تلاوت کے علاوہ دوسرے مناسب موقع و محل پر بھی اعوذ باللہ پڑھا جا سکتا ہے، اس قسم کے بیشمار حوالہ جات دیئے جا سکتے ہیں مگر یہاں یہی کافی ہے۔

موصوف لکھتے ہیں :-

اعتراض

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر نیک کام کے اوّل میں باعثِ برکت ہے لیکن اونچی آواز سے ورنہ مزید براں لاؤڈ سپیکر میں پڑھنا فضول ہے آہستہ سے پڑھنا کافی ہے

جواب

اس میں ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا باعثِ برکت بتا کر اسے اونچی آواز سے پڑھنے کو فضول قرار دیا۔ یہاں بھی مفتی صاحب نے اپنی شریعت چلائی ہے اور حسبِ سابق دلیل بیان نہ فرمائی کہ بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا کیونکر فضول ہے؟ گویا اب تک جلسوں وعظوں اور محافل میں جو علماء، وفقہاء باآوازِ بلند بسم اللہ پڑھتے چلے آئے ہیں اور پڑھتے ہیں، یہ سب کے سب ایک فضول اور لایعنی کام کے مرتکب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اسے کہتے ہیں چھوٹا منہ بڑی بات! العیاذ باللہ! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ذکرِ الٰہی ہے، اسے فضول بتانا ایک مدعیٔ علم و دانش سے تو کجا عام سوجھ بوجھ رکھنے والے انسان سے بھی متوقع نہیں ہے ——— اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں :۔

اعتراض

> قرونِ اولیٰ میں بلکہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے کہیں بھی اذان کو اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا معمول معلوم نہیں ہے

جواب

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اذان سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نیچی آواز کے ساتھ اور آہستہ سے پڑھ سکتے ہیں لیکن اونچی آواز سے نہیں پڑھ سکتے کیونکہ بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا ان کے نزدیک ناجائز اور زبردست جرم ہے۔ ہم مفتی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ محترم! کسی چیز کے ناجائز ہونے کی بس اس قدر دلیل کافی ہے کہ وہ آپ کے یا عامۃ الناس کے علم میں نہیں یا اس کا رواج نہیں۔ کیا فقہاءِ کرام نے اسے کسی چیز کے عدمِ جواز کے دلائل میں شمار کیا ہے؟ محترم! کسی چیز کے ناجائز ہونے کے لئے اس قدر بات کافی نہیں بلکہ اس کے لئے دلیل شرعی لائیے اور ظاہر ہے کہ دلیلِ شرعی ہوتی تو ضرور لاتے، جب ممانعت کی دلیل شرعی ہے

ہی نہیں تو اس کا جواز خود بخود ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں :-

اعتراض

اور ایسے ہی اونچی آواز سے بالالتزام صلوٰۃ وسلام اذان سے قبل پڑھنا اور اس کو عادت بنانا بھی مشروع (جائز) نہیں۔

جواب

یہاں بھی مفتی صاحب نے حسبِ عادتِ شریفہ کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ اذان سے قبل نیچی آواز کے ساتھ اور کبھی کبھی پڑھنا جائز ہوا تو ان کی خدمت میں عرض کیا جائے گا کہ :

محترم اس کے جواز کی آپ کے پاس کونسی دلیل ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے تک اذان سے قبل پست آواز کے ساتھ اور کبھی کبھی صلوٰۃ وسلام پڑھنا معہود ہے؟ اگر ہے تو حوالہ ارشاد ہو اور اگر نہیں تو اس کے جواز میں جو آپ ارشاد فرمائیں گے وہی فریقِ ثانی کی بھی دلیل قرار پاتے ہیں۔

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں :-

اعتراض

دراصل یہ زوائد وہابیوں دیوبندیوں کی ضد سے یا نعت خواں قسم کے مؤذنین نے پیدا کئے۔

جواب

محترم! ایسا نہیں جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا یہ محض بدگمانی ہے اور بدگمانی بُری بات ہے،

اور اگر بالفرض مفتی صاحب ایسا ہی سمجھنے پر مجبور ہیں کہ صلوٰۃ وسلام قبل از اذان وہابیوں ، دیوبندیوں کی ضد جاری ہوئے تو ہم عرض کریں گے کہ اس نیت سے یعنی صلوٰۃ وسلام پڑھنا ثواب ہے کہ ایک امر جائز اور حق بات کو خواہ مخواہ ناجائز وحرام بتایا جارہا ہے اور اس کے خلاف اشتہار بازی کا شغل تک اختیار کرلیا گیا ہے۔

جب صورتِ حال کچھ ایسی ہو کہ ایک جائز چیز کو دلیل شرعی کے بغیر اور خواہ مخواہ حرام وناجائز بتایا جارہا ہو تو وہاں اہل حق کو اس چیز کے جواز کی شد و مد کے ساتھ اشاعت کرنا چاہیے چنانچہ اس سلسلے میں ایک فقہی مسئلہ بطورِ مثال پیش کیا جارہا ہے — فقہاء فرماتے ہیں یوں تو دہ در دہ حوض کی نسبت نہر سے وضو افضل ہے لیکن معتزلہ جو مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ ہے وہ دہ در دہ حوض کے قائل نہیں، اس لیئے ان کی تذلیل کے لیئے نہر کے ہوتے ہوئے حنفی کو دہ در دہ حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

التوضؤ من الحوض افضل من النهر رغما للمعتزلة (درمختار ص۲۳)

معتزلہ فرقے کی تذلیل وتوہین کی غرض سے نہر کی نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

علامہ امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:۔

التوضی بماء الحوض افضل من النهر لان المعتزلة لايجوزونه من الحياض فيرغمهم بالوضوء منها۔ (ج ۱ ص۸۳)

یعنی نہر کی نسبت حوض سے وضو بہتر ہے کیونکہ معتزلہ فرقہ حوض سے وضو کو جائز نہیں مانتا تو ان کی تذلیل کے لیئے حوض سے ہی وضو کرے۔

اس سلسلے میں یوں کہنا چاہیئے کہ چونکہ قرونِ اولیٰ میں اور اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ندا کے صیغہ کے ساتھ پڑھنے کا کوئی منکر نہ تھا اس لیئے اس قدر شد و مد کے ساتھ پڑھنے کے مظاہرہ کرنے اور

غیر معمولی طور پر اس کی اشاعت و ترویج کی ضرورت نہ تھی لیکن جب اس کے منکر وہابیوں کے دونوں فرقے بالخصوص ہند و پاک میں اہلِ سنت وجماعت پر جو یا رسول اللہ کی ندا اس خیال سے کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے اذن وعطا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی ندا بذاتِ خود سنتے ہیں۔

وہابی حضرات کی تمام شاخوں کی ستم گاری کا سلسلہ اس حد تک بڑھا کہ تمام سُنّی مسلمانوں کو کفر و شرک کے فتووں کا نشانہ بنایا جانے لگا اور اس سلسلے میں مذکورہ مخالفین اہلِ سنت وجماعت نے اس حد تک شدت و غلو سے کام لیا کہ کتابوں میں چھاپ چھاپ کر ملک بھر میں یہ آواز پہنچانے لگ گئے کہ:

انبیاء علیہم السلام کو علمِ غیب نہیں لہٰذا یا رسول اللہ کہنا بھی جائز نہ ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دور سے سنتے ہیں تو کفر ہے، ان عقائد والوں (اہلِ سنت وجماعت، یا رسول اللہ کہنے والوں) کو کافر، مرتد، ملعون، جہنمی نہ کہنے والا بھی ویسا ہی کافر ہے پھر اس کو جو ایسا نہ سمجھے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے۔

(بلغۃ الحیران، مصنفہ حسین علی شاگرد رشید احمد گنگوہی ص ۴۲)

تو اہلسنت وجماعت کے لوگوں نے بھی معتزلہ فرقہ (جن کے عقائد وہابیوں کی دونوں شاخوں سے ملتے ہیں)، کی طرح وہابیوں کی تذلیل کے لئے ہر موقع و محل پر یا رسول اللہ اور یا محمد کی ندا کرنا حتےٰ کہ اذان سے قبل بھی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کا پڑھنا اختیار کر لیا۔

نعرہ کیجے یارسول اللہ کا
مفلسو! سامانِ دولت کیجے

ذکر اُن کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجے

غیظ میں جل جائیں بیدینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجے

کیجے چرچا انہی کا صبح و شام
جانِ کافر پر قیامت کیجے

بیٹھتے اٹھتے حضورِ پاک سے
التجاء و استعانت کیجے

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہےٰ
اولیاء کو حکمِ نصرت کیجے

(اعلحضرت حدائقِ بخشش)

اِس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ :-

اعتراض

> ازمنۂ سابقہ میں سب قارئین جانتے ہیں کہ اذان ان زوائد سے خالی ہوتی تھی۔

جواب

ایڈیٹر انوار الصوفیہ جناب مولانا مفتی غلام رسول صاحب کا اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کو زوائد کہنا غلط ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنے علم و مطالعہ کی حد تک تو بات کر سکتے ہیں لیکن اِس میں سب قارئین کو شریک کرنا انہیں بھی اپنی طرح غلطی میں مبتلا کرنا ہے جبکہ بزرگانِ دین کی عادتِ کریمہ اس قسم کے دعوے کرنے کی نہیں ہوتی بلکہ وہ دعوے کرنے کی بجائے صاف صاف اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے فرما دیتے ہیں لَمْ اَجِدْهُ (الاشباہ والنظائر ص۹۳) کہ فلاں بات تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں نہیں مل سکی۔ مفتی غلام رسول صاحب کی طرح بلند بانگ دعوے نہیں کرتے تھے کہ یہ بات کہیں نہیں لکھی ہوئی یا اس کا کوئی وجود ہی نہیں جبکہ بحمدہٖ تعالیٰ ہم عنقریب

اس کا ثبوت مفتی صاحب کے مطالعہ میں لانے والے ہیں۔

پھر ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

اعتراض

اگر ہمارے علماء عوام کی تائید میں کہ اب وہ اس راستہ پر چل پڑے ہیں، غور و فکر سے اس کو جائز بھی ثابت کر دیں تو صرف جائز ہوگا مستحب یا مندوب یا افضل نہیں ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ اس پر ثواب بھی ہوگا، یہ بات تب ہو کہ وہ مستحب ہو۔

جواب

ایڈیٹر صاحب کا یہ مفروضہ بھی عجیب ہے اور اس پر مرتب کردہ نتیجہ اس سے کہیں زیادہ تعجب خیز کہ اگر علماء عوام کی تائید میں کہ وہ ایک غلط اور ناجائز بات پر چل پڑے ہیں، غور و فکر کے ان کے غلط و ناجائز کام کو جائز بھی ثابت کر دیں تو وہ جائز ہوگا، استغفر اللہ و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم! وہ ناجائز کام جائز کیونکر ہو جائے گا، غلط و ناجائز کام بہر صورت غلط و ناجائز ہی رہے گا کسی عالم و فاضل کے جائز کہنے سے جائز نہ ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب مفتی صاحب کا دماغ فتویٰ نویسی کے وقت حاضر ہی نہ تھا۔

دین میں آسانی پیدا کرو، لوگوں کو تنگی میں نہ ڈالو

لیکن آپ کا یہ کہنا کہ علماء عوام کی وجہ سے خواہ مخواہ ممنوعات کو جائز کرتے ہیں، یہ سراسر علمائے اہل سنت پر افترا ہے۔ علمائے اہل سنت کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ دین میں آسانی پیدا کی جائے اور تنگی کو ممکن حد تک کم کیا جائے اور یہی اسلام کی منشا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (بقرہ) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا۔ او،

حدیث شریف میں ہے انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین
(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲، بحوالہ جامع صغیر) کہ "تم آسانی مہیا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو اور
تنگی کرنے والے نہیں بھیجے گئے۔" لیکن بحمدہٖ تعالےٰ علماء اہل سنت کسی ایسی چیز کو
جو دلیل شرعی سے ممنوع وحرام ہو، کسی کے لئے جائز قرار نہیں دیتے اور نہ ہی کسی
غیر ممنوع چیز کو خواہ مخواہ ممنوع وناجائز ٹھہرانے کا کام کرتے ہیں۔

مباح کب مستحب ہوتا ہے

مفتی صاحب یہ بھول گئے کہ جو چیز مباح وجائز ہو اسے ثواب کی نیت سے کیا جائے تو وہ مستحب
ہو جاتا ہے اور کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے چنانچہ الاشباہ والنظائر میں
امام ابن نجیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

الامور بمقاصدها الذبح قد یکون للاکل فیکون مباحا او للاضحیۃ فیکون عبادۃ۔

(ص ۲۹)

یعنی امورِ مباحہ کا ان کے مقاصد کے لحاظ سے اعتبار کیا جاتا ہے مثلاً حلال جانور کا ذبح کرنا خود کھانے کے لئے مباح ہے اور قربانی کی نیت ذبح کرنا عبادت ہو جاتا ہے۔

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ امورِ مباحہ میں نیت کو دیکھا جائے گا۔ اگر ذاتی
غرض سے متعلق ہوں تو وہ جائز ہوں گے اور اگر ان کا مقصد ثواب کا حصول ہو تو وہ
مستحب بن جائیں گے۔

درود شریف بلا نیت بھی عبادت ہے

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنی عمر رسالہ بازی کے چکر میں صرف
کر دی ہے، مسائل کی تحقیق کی طرف کبھی توجہ فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ اگر وہ
کتابوں کی ورق گردانی کرنے اور مسائل کی علمی تحقیق میں دلچسپی لیتے تو انہیں حقیقتِ واقعہ

کا پتہ چلتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو امور عادات میں داخل ہیں جنہیں انسان عادت کے طور پر انجام دیتا ہے اور شریعت نے ان کے کرنے میں انسان کو اختیار دیا ہے اگر انہیں کوئی ثواب کی نیت سے انجام دے ثواب ہوگا ورنہ نہیں الغرض ان کے عادت و عبادت ہونے میں نیت ہی فارق و فاصل ہوگی یعنی نیت سے ہی وہ عبادت قرار پاتے ہیں ورنہ عادت کے تحت آکر ثواب کا موجب نہیں بنتے لیکن جو امور عادت میں نہیں آتے اور نہ ہی عادت کے ساتھ ان کا التباس و اشتباہ ہوتا ہے ان میں نیت کی ضرورت نہیں وہ بہر صورت عبادت و ثواب کا موجب ہیں چنانچہ امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں :۔

مالا یکون الا عبادۃ ولا یلتبس بغیرہ لا تشترط فیہ النیۃ کالایمان باللہ والمعرفۃ والخوف والرجاء والنیۃ وقراءۃ القرآن والاذکار لانہا متمیزۃ لا یلتبس بغیرہا۔

(ج ۱ ص ۳۱)

جو چیزیں صرف عبادت ہیں اور ان کا عادت سے کوئی التباس و اشتباہ نہیں ہوتا، ان کے لئے نیت کی کوئی ضرورت نہیں وہ بہر صورت باعث اجر و ثواب ہیں جیسے اللہ تعالےٰ پر ایمان، معرفت، خوف، امید اور نیت اور تلاوۃ قرآن اور اذکار کیونکہ یہ سب چیزیں جدا جدا ہیں، ان کا آپس میں کوئی التباس نہیں ہے۔

الاذان والتلاوۃ والاذکار کلہا عبادات تصح بلا نیۃ اجماعا۔

(عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۳۱)

اذان اور تلاوتِ قرآن اور ذکر اذکار (کیونکہ یہ عبادت کے طور پر بجائے خود ممتاز ہیں) یہ کل عبادات ہیں، اس پر اجماع ہے کہ یہ نیت کے بغیر صحیح ہیں۔

ماہنامہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر صاحب جن کے اسمِ گرامی کے ساتھ مفتی کا لفظ بلند و بالا اور عظیم ترین ذمہ داری کا لقب بھی لگتا ہے افسوس کہ وہ اس منصب کی لاج رکھتے اور آنکھیں بند کر کے فتویٰ نویسی کا مشغلہ اختیار نہ فرماتے، ہمیں بہرصورت ان کا احترام بھی کرنا ہے اور عرض بھی کہ جنابِ عالی کیا درود شریف ذکر و اذکار کی فہرست میں آتا ہے یا نہیں؟ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کا امرِ الٰہی یاد فرمایئے اور پھر یاد رکھیئے کہ یہ ضرور ذکر ہے اور ابھی حوالہ امامِ عینی سے گزرا کہ ذکر بجائے خود عبادت ہے نیت ہو یا نہ ہو وہ صحیح ہے اور باعثِ اجر و ثواب بھی، اس کے باعثِ آپ کے مندرجہ ذیل ارشادِ گرامی کی حیثیت ہی کیا رہ گئی؟ :-

"یہ مباح ہے اور اس کا ثواب تب مل سکتا ہے جب اس کی نیت ہو"

اعتراض

> اذان کے کلمات مقرر ہیں، اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآنِ کریم کی آیات بلا فصل ملانا بدعت اور عبادتِ الٰہی میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے۔

جواب

بحمدہ تعالیٰ اہلِ سنت وجماعت اذان کے کلمات میں کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے روادار ہیں۔

کمی بیشی کا مطلب منکرین اگر کمی بیشی کا مطلب جانتے ہوتے تو اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو کمی بیشی نہ کہتے کیونکہ کمی بیشی اس وقت متصور ہوتی ہے جب کہ مزید و مزید علیہ (یعنی شیٔ اول اور شیٔ ثانی) ہم جنس ہوں چنانچہ امام اکمل الملۃ والدین امام محمد بن محمود البابرتی متوفی ۷۸۶ھ اپنی مشہور کتاب عنایہ شرح ہدایہ

میں ہبہ کی بحث میں فرماتے ہیں:۔

ان الزیادۃ علی الشیئ انما تتحقق اذا کانت من جنس المزید علیہ لا یقال زاد فی ثمنہ اذا وھب ھبۃ مبتداۃ ولا یقال زاد فی الھبۃ اذا باع۔

(عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۱۱، ص ۳۳۵-۳۳۴)

کسی شے میں زیادتی اس وقت متصور ہوتی ہے جب کہ وہ مزید علیہ کی جنس سے ہو، اگر کوئی ہبہ مبتداۃ کرے تو نہیں کہا جائے گا کہ اس نے ثمن میں زیادتی کی یا کوئی چیز بیچے تو نہیں کہا جائے گا کہ اس نے ہبہ میں زیادتی کی۔

امام موصوف نے ایک قاعدۂ شرعیہ بتا دیا کہ کسی شے میں زیادتی اس وقت ہی متصور ہوتی ہے جب دونوں چیزیں ہم جنس و ہم درجہ ہوں اور اگر دونوں ہم جنس و ہم درجہ نہیں، ایک شے کی حیثیت اور ہے اور دوسری کی اور، یا دونوں چیزیں ہم جنس نہیں ہیں یا ہم درجہ نہیں ہیں تو اس کو زیادتی نہیں کہا جائے گا۔

پھر امام موصوف نے اس کی دو مثالیں دی ہیں تاکہ قاعدۂ مذکورہ کی خوب وضاحت ہو جائے، ایک یہ کہ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور اس کی قیمت ادا کرنے کے ساتھ ہی بطور ہدیہ کچھ اور پیسے دے تو اسے قیمت میں زیادتی تصوّر نہیں کیا جائے گا کیونکہ مزید و مزید علیہ ہم جنس نہیں ہیں اس لئے کہ قیمت کی حیثیت ایک ضروری کی تھی اور جو قیمت کے علاوہ دیا ہے اس کی حیثیت غیر ضروری کی ہے ظاہر ہے کہ ضروری اور غیر ضروری دو الگ الگ جنسیں ہیں لہٰذا اسے زیادتی تصور نہیں کہا جائے گا۔ دوسری مثال یہ دی کہ ایک شخص نے کسی کو کچھ رقم عطیہ و بخشش کے طور پر دی اور ساتھ ہی ایک چیز بیع میں دے دی تو اسے ہبہ و بخشش میں زیادتی نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کے باوجود کہ دونوں رقموں کی عطا ساتھ ساتھ ہے اور درمیان میں کوئی وقفہ فاصل نہیں، دونوں ہم جنس نہیں ہیں کیونکہ ان میں سے ایک کی حیثیت

ضروری کی اور دوسری کی غیر ضروری کی ہے لہٰذا اسے زیادتی نہیں کہا جائے گا۔

اسی طرح امامِ علّام ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود علیہ الرحمہ (م ۵۸۷ھ) بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

والزیادۃ علی الشیٔ لاتتصور الا من جنسہ فاما اذا کان غیرہ فانہ یکون قرانا لا زیادۃ۔

اور کسی شے میں زیادتی اسی شے کی جنس ہی سے متصور ہو سکتی ہے اور اگر غیر جنس ہو تو اسے قِران (ملانا) کہا جائیگا زیادتی یا اضافہ نہیں کہا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ اور امام یوسف میں عجیب گفتگو

امامِ علّام ملک العلماء علیہ الرحمہ اس کے بعد امامِ ابو حنیفہ اور امام یوسف بن خالد سمتی کی عجیب گفتگو نقل کرتے ہیں اور وہ یہ کہ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وتروں کی نماز کو واجب کہا تو امام یوسف کہنے لگے: "اے ابو حنیفہ تم کافر ہو رہے ہو" اور یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب امام ابو یوسف نے امامِ ابو حنیفہ سے شاگردی کا شرف حاصل نہیں کیا تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ امام ابو حنیفہ وتروں کو فرض کا درجہ دے رہے ہیں کیونکہ بعض اوقات واجب کا اطلاق خصوصی معنیٰ کی بناء پر فرض پر بھی ہوتا ہے، واجب کے اسی معنیٰ کو مراد لیتے ہوئے انہوں نے مداخلت فرمائی حالانکہ یہ انہی کی کوتاہی تھی، اور انہوں نے خیال کیا تھا کہ امامِ ابو حنیفہ شاید ایک اور فرض نماز کا اضافہ کر رہے ہیں، چنانچہ امامِ ابو حنیفہ نے نہایت تحمل اور شفقت کے ساتھ فرمایا:

ایھولنی اکفارك ایای و انا اعرف الفرق بین الواجب و الفرض کفرق ما بین السماء و الارض ثم بین الفرق بینھما

کیا مجھ کو تمہارا کافر کہنا خوفزدہ کردیگا حالانکہ میں فرض اور واجب میں اتنا فرق سمجھتا ہوں جیسے کہ زمین اور آسمان میں فرق ہے پھر آپ نے اس فرق کو

لمعتذر الیہ وجلس عندہ
للتعلم بعد ان کان من اعیان
فقہاء البصرۃ۔
(ج ۱ ص ۲۷۱)

واضح کیا تو امام یوسف نے امام صاحب
سے معذرت چاہی اور فقہاء بصرہ کے
اکابر میں سے ہونے کے باوجود وہاں
بیٹھ کر امام صاحب سے پڑھنا شروع کر دیا۔

ہمارا اور منکرین صلوٰۃ وسلام کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ
اہلِ سنت وجماعت نے اذان میں صلوٰۃ وسلام کو داخل کر کے کلماتِ اذان میں زیادتی
اور اضافہ کر دیا ہے جبکہ ہم ملک کے طول وعرض میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ یہ زیادتی یا
اضافہ نہیں ہے، اذان اور صلوٰۃ وسلام میں درجہ کا فرق ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے
کہ ہمارے اِن ساتھیوں کو صرف لفظِ "یارسول اللہ" سے چڑ ہے اور اسی کی پاداش
میں وہ ہمیں اذان میں زیادتی کا الزام دے رہے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ اذان
کے کلمات میں داخل نہیں، ہم بفضلہ تعالیٰ اذان اور صلوٰۃ وسلام میں فرق کے
قائل ہیں۔ اذان سنتِ مؤکدہ اور بعض کے نزدیک واجب ہے، امام ابنِ ہمام
صاحبِ فتح القدیر کا میلان بھی اذان کے واجب ہونے کی طرف ہے، پھر اذان کے
الفاظ مقرر ہیں، انہیں چھوڑ کر دوسرے الفاظ سے اذان نہیں کہی جا سکتی، اذان کے
اوقات مقرر ہیں اور یہ پنجوقتہ نمازوں کے اوقات ہی ہیں، اذان کعبہ معظمہ
کی طرف منہ کر کے کہی جاتی ہے، اذان کہنے والے کو عاقل ہونا چاہیے، اذان کے
وقت مؤذن اپنے کانوں میں انگلیاں لیکر اذان کہتا ہے، اذان کھڑے ہو کر کہی
جاتی ہے جبکہ درود شریف کا معاملہ ایسا نہیں ہے، درود شریف مستحب ہے،
اس کے الفاظ مقرر نہیں ہیں، جن الفاظ سے چاہیں درود شریف پڑھ سکتے ہیں،
درود شریف غیر عاقل بچے بھی پڑھتے ہیں، درود شریف کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے
پڑھنا ضروری نہیں جس طرف چاہیں منہ کر کے پڑھ سکتے ہیں، درود شریف پڑھتے

وقت کانوں میں انگلیاں نہیں دی جاتیں۔ درود شریف بیٹھ کر بھی پڑھتے ہیں، جب اذان اور درود شریف میں اس قدر واضح فرق ہے، پھر یہ فرق اعتقاد سے متعلق بھی ہے مثلاً کوئی عاقل نماز کے اوقات میں کعبۂ معظمہ کی طرف منہ کر کے اذان سے قبل کھڑے ہو کر درود شریف پڑھے، جب بھی اسے اذان میں زیادتی یا اضافہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کے باوجود بظاہر صلوٰۃ وسلام اور اذان میں لب ولہجہ اور ادائیگی الفاظ اور ہیئت کذائیہ میں جو فرق پایا جاتا ہے، ظاہری فصل کے لئے بھی کافی ہے اور اس کے علاوہ اعتقاد کی رُو سے دونوں کے الگ الگ درجے رکھنے کا فرق ہے، وہی فصل بھی کافی ہے۔ مزید براں صلوٰۃ وسلام اور اذان ایک ہی سانس میں نہیں پڑھے جاتے بلکہ صلوٰۃ وسلام کے بعد دوسرے سانس میں اذان پڑھی جاتی ہے، یہ فصل بھی کافی واضح ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اعتقاد تو ایک مخفی چیز ہے، کسی کو کیا معلوم کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے والا اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو واجب سمجھتا ہے یا مستحب؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کے بارے میں بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ جامع صغیر میں امام سیوطی علیہ الرحمہ مسند امام احمد و بیہقی و ابوداؤد و ترمذی کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث "بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے" (ج ۱ ص ۱۱۱) لہٰذا ہمیں یہ بدگمانی نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ صلوٰۃ وسلام اور اذان کو برابر کا درجہ دیتا ہے یا اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کو واجب یا سنتِ مؤکدہ سمجھتا ہے، ہاں اگر ہمیں کسی خاص شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اسے واجب یا سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتا ہے تو اس خاص شخص کو اس عقیدہ سے منع کیا جائے گا علی الاطلاق اذان سے

قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو منع نہیں کیا جائے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ یہ جو التزام کر لیا گیا ہے کہ ہر اذان سے قبل درود شریف پڑھا جاتا ہے اور اسے کبھی نہیں چھوڑا جاتا ہے، یہی اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنے والے اسے واجب یا سنتِ مؤکدہ سمجھتے ہیں ورنہ وہ ایسا نہ کرتے، کبھی ترک کر دیتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے تو معلوم ہوا کہ وہ اسے واجب یا سنتِ مؤکدہ سمجھتے ہیں، اس لئے ہم اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مستحب کو مستحب سمجھنے کے لئے کبھی کبھی ترک کر دینا ضروری نہیں بلکہ اسے مستحب سمجھنا ہی کافی ہے جس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے جیسے فرضوں کے آگے پیچھے ہم غیر مؤکدہ سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں اور ہمیشہ پڑھتے ہیں، کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہوتا کہ نوافل اور غیر مؤکدہ سنتیں ہمیشہ کیوں پڑھے جاتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں ہم پڑھنے والوں کے اعتقاد کو مدِّنظر رکھتے ہیں اور انہیں کبھی بھی ان کے ترک پر مجبور نہیں کرتے بلکہ حدیث شریف میں مستحب عمل کو دائمی طور پر اور ہمیشہ کے لئے پڑھنے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہتر قرار دیا چنانچہ حدیث میں ہے جسے نسائی و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابنِ ماجہ و امامِ احمد رحمہم اللہ نے روایت کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ان احب الاعمال الی اللہ ادومہ وان قل۔

اللہ تعالےٰ کو سب سے پسندہ وہ عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ نفل کام اور مستحب عمل جو ہمیشہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور اگر اس میں ناغہ کیا جائے یا کبھی چھوڑا اور کبھی کیا جائے تو اگرچہ اس پر بھی ثواب ہوگا لیکن اس کی نسبت اسے دائمی طور کرنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ لہٰذا منکرین کا یہ کہنا کہ کسی عمل کو ہمیشہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے اس حدیث کی روشنی میں غلط ہو کر رہ گیا یہ تو صرف اللہ تعالےٰ کے نبی کی شان

ہے کہ وہ جس عمل کو مواظبت اور ہمیشگی سے کرتے وہ اس کے وجوب کی دلیل ہوتا
امتی کی یہ شان نہیں کہ اس کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اس کے وجوب کی دلیل ہو یا اعتقا
وجوب ظاہر کرتا ہو، غرضیکہ کسی فصل کے بغیر اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا مستحب
اور مسنون ہے، اسے اذان میں اضافہ یا اذان کا جز یا اس میں باعثِ خلل ٹھہرانا غلط ہے
اس فتوے میں ہے کہ :۔

اعتراض

درود شریف اذان سے علیحدہ پڑھا جائے یا کم از کم پانچ منٹ پہلے پڑھ لیا جائے درمیان میں وقفہ دے کر اذان کہیں۔

جواب

بلاشبہ درود شریف اذان سے علیحدہ ہی پڑھا جاتا ہے، اذان کے درمیان
نہیں پڑھا جاتا، رہا اس کے باوجود پانچ منٹ کا وقفہ لازم کرنا اور وہ بھی کم از کم یعنی
اس سے کم وقفہ کرنے کی اجازت نہیں مثلاً کسی نے چار منٹ کا وقفہ کیا تو اس محرف فتوے
کو شائع کرنے والے کے نزدیک ممنوع ہوگا، پانچ منٹ قطعی اور حتمی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس قدر وقفہ کو کس نصِ شرعی سے قطعی و یقینی اور حتمی
قرار دیا گیا وہ نص بیان کی جائے کیونکہ وقفہ کی تحدید و تعیین کا حق زید و بکر کو نہیں بلکہ یہ
شریعت ہی کا حق ہے کہ وہ کسی چیز کی حد بتائے، یہ امر شرعی ہے اس میں شریعت کی نص
یا شریعت کا حوالہ ضروری ہے، اس کے بغیر اس وقفہ کی تعیین و تحدید صرف بے معنی
ہو کر رہ جاتی ہے بلکہ اس پر اپنی شریعت گھڑنے کی تعریف بھی صادق آتی ہے اس کے
بعد محرف فتوے والے لکھتے ہیں :۔

" نماز با جماعت سے پہلے قرآن کریم یا کوئی وظیفہ یا صوفیاء کا کلام
بلند آواز سے پڑھنا سنت کے خلاف ہے "

تحریف شدہ فتوے شائع کرنے والوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جناب اس کے خلافِ سنت ہونے کی کونسی دلیل ہے؟ کونسی کتاب میں اور کہاں لکھا ہے کہ نماز با جماعت سے پہلے قرآنِ کریم یا کوئی وظیفہ یا صوفیاءِ کرام کا کلام وغیرہ بلند آواز سے پڑھنا منع ہے؟ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔

جناب الصلوٰۃ وسلام کی مخالفت کے جوش میں تثویب کو بھی بھول گئے۔ فقہاء نے اذان کے بعد جماعت سے کچھ قبل تثویب کو مستحب قرار دیا۔

مسئلہ تثویب چنانچہ فقہِ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب ہدایہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:۔

والتثويب في الفجر حي على الصلوٰة حي على الفلاح مرتين بين الاذان والاقامة حسن لانه وقت نوم وغفلة وكره في سائر الصلوٰة ومعناه العود الى الاعلام ماهو على حسب ما تعارفوه وهذا التثويب احدثه علماء الكوفة بعد عهد الصحابة لتغير احوال الناس وخصوا الفجر به مما ذكرناه والمتأخرون استحسنوه في الصلوٰة كلها لظهور التواني في الامور الدينية

(ہدایہ ج ۱، ص ۸۴)

اور فجر میں اذان و اقامت کے درمیان حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سے تثویب کرنا مستحسن ہے کیونکہ یہ نیند و غفلت کا وقت ہے اور باقی نمازوں میں اس کا ترک بہتر ہے اور تثویب دوبارہ اطلاع دینے کو کہتے ہیں اور تثویب کے کلمات اپنے طور پر جو چاہیں تجویز و طے کر لیں اور اس تثویب کو کوفہ کے علماء نے صحابہ کے عہد کے بعد لوگوں کے حالات بدل جانے کی وجہ سے ایجاد کیا اور تثویب کو فجر کے ساتھ مخصوص رکھا کہ وہ نیند و غفلت کا وقت ہے اور فقہاءِ متاخرین نے تثویب کو تمام نمازوں

میں مستحسن قرار دیا کیونکہ دینی معاملات میں
تغافل و سستی کا ظہور ہو چلا تھا۔

اب کیا فرمائیں گے جناب والا کہ یہ تثویب جسے فقہاء متقدمین و متاخرین نے
اذان و اقامت کے درمیان مستحسن قرار دیا، یہ بھی آپ کے نزدیک خلاف سنت قرار پائیگی
اور یہ فقہاء احناف آپ کے نزدیک سخت گنہگار ہوئے۔

ببیں ایں نوبت از کجا تا بکجا رسید

یا فتویٰ شائع کنندگان اس کی تاویل یہ فرمائیں گے کہ یہ تثویب خاموشی سے کی جاتی ہوگی
پھر ایسی تثویب تو ماشاء اللہ خوب مفید ہوتی ہوگی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

اعتراض

فجر کے وقت سوائے دو سنت کے نوافل پڑھنے کا بھی حکم نہیں

جواب

اشتہار چھاپنے والے صاحب غالباً حکم کے لفظ سے اجازت مراد لیتے ہیں جس
کا مطلب یہ ہے کہ جب فجر کے وقت نوافل تک نہیں پڑھے جا سکتے تو درود شریف کیوں
پڑھنا جائز ہوگا، اسے کہتے ہیں "بے تکی ہانکنا" اور غیر موزوں بات کرنا۔ جناب یہ بھی بھول
گئے یہاں ممانعت کا تعلق صرف اور صرف نوافل سے ہے نہ کہ ذکر و تلاوت اور درود
شریف سے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں وضاحت سے مرقوم ہے۔

متضاد فتوے اس اشتہار میں حزب الاحناف کا فتوے بھی ہے۔ اس فتویٰ میں
اگرچہ کتاب کا نام در المختار درست نہیں لکھا گیا کہ صحیح نام درِّ مختار ہے
اور الدر المختار بھی اور عن الامام شعرانی بھی درست نہیں لکھا گیا کہ صحیح الامام الشعرانی ہے یا
امام شعرانی، تاہم یہ فتوے منکرین کے مندرجہ بالا دونوں فتووں کے خلاف ہے چنانچہ

اس فتوے میں ہے:۔

اعتراض

جب فجر طلوع ہو جائے تب لاؤڈ سپیکر پر درود شریف بلند آواز سے پڑھ سکتے ہیں لیکن فجر سے پہلے نہیں۔

جواب

یہ فتوے درست ہے لیکن اس میں اس قدر ترمیم کی جائیگی کہ ماہِ رمضان میں لوگوں کو روزہ کے لئے بیدار کرنے کو فجر سے پہلے بلند آواز سے درود شریف و نعت پڑھنا اور تلاوت کرنا جائز و مستحب ہے، فتوے چھاپنے والے اذان سے قبل درود شریف کی مخالفت میں اس قدر مخبوط الحواس ہو کر رہ گئے کہ انہیں اس بات کا خیال تک نہیں رہا کہ حزب الاحناف کا فتوے جسے اشتہار کے آخر میں چھاپا جا رہا ہے وہ ان کے باطل نظریہ کا ابطال کر رہا ہے اور درود شریف پڑھنے والوں کے دلوں میں سکون کی بارش برسا رہا ہے ؂

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

اعتراض

ہم اہل سنت والجماعت کو نئی بات رائج کرنا اس لئے کبھی زیب نہیں دیتا کہ ہم امامِ اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مقلد ہیں فقہ حنفی میں اذان سے قبل صلوٰۃ وغیرہ ثابت نہیں ہے تو اب غیر مقلدانہ عمل کرنا دراصل یہ ثابت کرنا ہے کہ امامِ اعظم اور صحابہ کرام عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے (نعوذ باللہ) جس سے آج کا عاشق سرشار ہے ؂

بریں عقل و دانش بباید گریست

جواب

چشمِ بد دور! یہ صاحب اہلِ سنت بنتے ہیں جو درود شریف کی سنت کو طرح طرح کی فریب کاریوں سے مٹانے کے درپے ہیں، پھر امامِ ابوحنیفہ کی تقلید کا دعوٰی بھی گویا درود شریف کی مخالفت بھی امام صاحب کی تقلید کے سر تھوپی جارہی ہے مقلد ہوں تو ایسے ہوں۔

الحمدللہ! ساتھ یہ بھی تسلیم کیا جارہا ہے کہ قبل از یں اذان صلوٰۃ وسلام فقہِ حنفی میں ثابت نہیں اور یہ مسلم بات ہے کہ کسی چیز کا ثبوت نہ ملنا اس کے ممنوع و ناجائز ہونے کی دلیل نہیں، ممنوع و ناجائز ہونے کے لئے دلیل شرعی کا وجود ضروری ہے جس سے منکرین تہی دامن ہیں پھر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو غیر مقلدانہ عمل قرار دینا بھی مفہومِ تقلید سے جہالت ہے۔

تقلید کا معنٰے! تقلید کا معنٰے ہے کسی دلیل کے بغیر دوسرے کے قول پر عمل کرنا، ملاحظہ ہو :۔

التقليد العمل بقول الغير من غير حجة

(مسلم الثبوت ص ۲۸۹ ، طبع دہلی)

"یعنی تقلید بلا دلیل دوسرے کے قول پر عمل کرنا ہے۔"

اب ہم منکرین سے یہ بات پوچھتے ہیں کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کی ممانعت کے بارے میں امامِ اعظم کا ارشاد کس کتاب میں ہے؟ ازراہِ نوازش حوالہ بتلایئے ورنہ امام صاحب پر افترا سے توبہ کیجئے۔

اس کے بعد اشتہار والے لکھتے ہیں :۔

اعتراض

امامِ اعظم اور صحابہ کرام عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے (نعوذ باللہ) جس سے آج کا عاشق سرشار ہے ؎
بریں عقل و دانش بباید گریست

جواب

منکرین جو صلوٰۃ و سلام کی مخالفت میں مل کر اشتہار پر اشتہار چھاپ رہے ہیں ان کو یہ بات معلوم نہیں یا عمداً العلم بن رہے ہیں کہ حالات کے بدلنے سے ان کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں، صحابہ و تابعین کرام کے بعد بے شمار اچھے کام رائج ہوئے اور بزرگانِ دین نے رائج کئے تو کیا یہاں بھی یہی کہیں گے کہ ان بزرگوں نے جو بعد میں یہ اچھے کام رائج کئے اور التزام کے ساتھ کرتے کراتے رہے، کیا صحابہ و تابعین عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے جس سے یہ بعد کے محبانِ دین سرشار تھے۔

اُلٹے پاؤں پھرنا دراصل واقعہ یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یا آپ کے قربِ زمانہ کی وجہ سے آداب و اخلاص سے آراستہ و پیراستہ تھے، اس لئے انہیں ان چیزوں کی حاجت نہ تھی لیکن لوگ جوں جوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس سے دور ہوتے چلے گئے، ان میں اس طرح کے آداب و اخلاص کی کمی آتی چلی گئی جسے بعد کے فقہاء و علماء نے محسوس کرتے ہوئے اس کی تلافی کے لئے کچھ اعمال و آداب اور مستحبات کی ترویج فرمائی اور حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ کہ جو شخص اسلام میں کوئی اچھی بات رائج کرے گا اسے ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب مزید ملیگا۔ الخ

اور بطابق قول سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ماراہ المسلمون حسنا فھو
عند اللہ حسن "ترجمہ جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ اچھا ہے" کے بطابق اچھے
اچھے کام رائج کئے جس پر عمل کر کے ان کے دینی ذوق ومحبت اور شوق ولگن میں اضافہ ہوا۔
اس قسم کے بہت سے کام ہیں مثلاً ہدایہ میں ہے کہ حاجی طوافِ وداع کے بعد جب واپس
ہونے لگے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ:-

ان ینصرف وھو یمشی وراءہ
ووجھہ الی البیت (ہدایہ ج ۱، ص ۲۳۵)

کعبہ سے واپس یوں لوٹے کہ الٹے پاؤں
آئے اور منہ کعبہ معظمہ کی طرف رہے۔

جب کہ یہ الٹے پاؤں پھرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرون دلی کے حضرات سے ثابت نہیں
بلکہ بعد میں علماء وفقہاء نے لوگوں کو اس عمل کی تلقین کی حالانکہ حج ایک عبادت ہے اور
اس کے افعال واعمال مقرر ہیں جن میں طوافِ کعبہ کے بعد واپس لوٹتے ہوئے الٹے پاؤں
پھرنا شامل ہی نہیں ہے بلکہ بعد کے بزرگوں نے جب لوگوں میں غفلت وتساہل دیکھا
اور آداب واخلاص کا کچھ فقدان محسوس کیا تو اس عمل کو رائج کیا اور لوگوں کو اس پر عمل
کرنے کی ترغیب دی تو کیا اسے حج میں زیادتی اور اضافہ تصور کیا جائے گا اور کیا اسے حج
جیسی عبادت میں خلل ڈالنے کے مترادف سمجھا جائے گا اور کیا یہاں بھی یہ کہنا مناسب ہوگا
امامِ اعظم اور صحابہ کرام عشق وادب کی اس منزل سے آشنا نہ تھے جس سے بعد کے فقہاء و
عشاق سرشار ہوئے۔

اس تحقیق کے بعد اشتہار شائع کنندگان ہی فیصلہ کریں کہ " بریں عقل ودانش بباید
گریست" کس پر صادق آتا ہے؟

اسی طرح درمختار میں ہے ویرجع قھقری الی خلف (ص ۱۶۶ طبع دہلی)
کہ حاجی کو طوافِ وداع کے بعد پیچھے کو الٹے پاؤں لوٹنا چاہیے اور اسی طرح علامہ شامی
نے فرمایا (ج ۲، ص ۲۵۲) اور امام ابن نجیم نے بحرالرائق میں اسے بیان کرنے کے بعد

لکھا ہے کہ : لکن یفعلہ علی وجہ لایحصل منہ صدم او وطء لاحد (ج ۲، ص ۳۴۵)

لیکن یہ عمل اس طرح کرے کہ کسی سے ٹکرا نہ جائے اور نہ ہی کسی پر قدم آئے۔

اور امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی علیہ الرحمہ کو جب اس فعل کی سنت و عمل اسلاف سے کوئی دلیل نہ ملی اور ممانعت کی بھی کوئی وجہ نہ تھی تو اس کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

والعادۃ جاریۃ بہ فی تعظیم الاکابر والمنکر لذلک مکابر۔ (تبیین الحقائق، ج ۲، ص ۳۵)

لوگوں کی عادتِ جاریہ ہے کہ وہ بزرگوں کے سامنے سے پشت دے کر نہیں پھرتے اور اس کا منکر بے وجہ لڑنے والا ہے۔

یعنی اگرچہ سنّت سے اور قرونِ اولیٰ سے اس ادب و تعظیم کی کوئی دلیل نہیں ملتی لیکن اس کے جواز کے لئے اتنا کافی ہے کہ لوگ ایک عرصہ سے ایسا کرتے چلے آرہے ہیں اور اس میں تعظیم و تکریم ہی تو ہے اسے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ بزرگوں کی تعظیم اور آثار و مقاماتِ مقدسہ کی تکریم مطلوبِ شرع ہے لہٰذا اسے بلا وجہ ناجائز قرار نہیں دیا جائیگا جب کہ یہ فعل مناسکِ حج کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے۔ یہ بات کسی کو نہ سوجھی کہ اس سے مناسکِ حج میں زیادتی متصور ہوگی اور کسی عبادت کے مقررہ افعال پر زیادتی ناجائز ہے لہٰذا یہ بھی ناجائز ہونا چاہئے لیکن یہ اس لئے نہ سوجھی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ زیادہ تب ہو جب دونوں کا ایک درجہ تصور کیا جائے اور اسی ہم درجہ ہونے کی نیت سے کیا جائے ورنہ نہیں اور یہاں یہ بات نہیں پائی جاتی لہٰذا یہ زیادتی نہیں ہے اس لئے یہ بلا شبہ جائز و مستحب ہے۔

اب ہم قبل اذان صلوٰۃ و سلام کو منع کرنے والوں سے بھی کہیں گے کہ جناب کیا آپ یہاں وہی بات کہہ سکتے ہیں جو درود شریف پڑھنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان کعبۂ معظمہ کے جذبۂ احترام سے آشنا نہ تھے جس سے بعد کے عاشق سرشار ہوئے اور ہیں، ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ پھر قبل اذان درود شریف پڑھنے والوں

پر زبان طعن دراز کرنے کی جسارت کیوں؟

سوادِ اعظم و سُنّی و چشتی صابری

اشتہار چھاپنے والوں نے اپنی تنظیموں اور ادارہ کے نام کے ساتھ "تنظیم نوجوانانِ اہلِ سنّت دمرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت والجماعت، دار الحق آستانۂ چشتیہ صابریہ" لکھا ہے جبکہ یہ حضرات مسلک کے اعتبار سے وہابیہ کی دیوبندی شاخ سے منسلک ہیں۔ وہابی حضرات عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے ناموں کے ساتھ سنّی حنفی چشتی و قادری وغیرہ لکھتے ہیں، اس سلسلے میں مسلمانوں کے عظیم پیشوا امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے پہلے ہی خبردار فرمادیا ہے کہ ؎

سب سے معتز ہیں یہ وہابی ۔۔۔ سُنّی بن کے رجھاتے یہ ہیں
سُنّی حنفی قادری چشتی ۔۔۔ بن بن کر بہکاتے یہ ہیں

لہٰذا اہلِ بصیرت مسلمان بفضلہٖ تعالےٰ وہابیوں کی ان فریب کاریوں سے ہوشیار ہی ہیں۔

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا قرآنِ پاک سے ثبوت

اللہ تعالےٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے :۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (الاحزاب)

بلاشبہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

اس میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم مطلق اور عام ہے لہٰذا اسے کسی قید و شرط کے ساتھ مقید کرنا قرآنِ کریم کے اطلاق و عموم کی ترمیم و تنسیخ ہے جو ہرگز درست نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کل شرط لیس فی کتاب اللہ تعالیٰ فھو باطل (جامع صغیر) یعنی جو شرط یا جس بات کی شرط قرآن مجید میں نہ ہو وہ باطل ہے۔" امام عبد الرؤف مناوی اسکی

شرح فیض القدیر میں فرماتے ہیں ای فی حکمہ (ج ۵ ص۲۲۰) یعنی قرآن کریم کے جس حکم میں کسی طرح کی شرط نہ ہو اس میں شرط کا اضافہ کرنا باطل ہے، دیکھئے قرآن مجید میں درود شریف پڑھنے کا حکم مطلق اور عام ہے اس میں کسی قسم کی شرط و قید موجود نہیں ہے۔ اس حدیث شریف کی رو سے اذان سے قبل درود نہ پڑھنے کی شرط و قید بڑھانا باطل ہوا لہٰذا اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا بلا شبہ جائز اور اس سے منع کرنا قرآن کے اطلاق و عموم کے منافی ہو کر غلط ہو گیا۔

صلوٰۃ وسلام ہر حال میں مستحب ہے

قرآن مجید کے اسی اطلاق و عموم کا لحاظ کرتے ہوئے علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کو ہر حال اور ہر صورت جائز و مستحب قرار دیا ہے چنانچہ شمس الملۃ والدین امام سخاوی (م ۸۳۱ھ) علیہ الرحمہ القول البدیع میں امام شافعی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:۔

قال الشافعی رضی اللہ عنہ احب کثرۃ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل حال۔ (ص۱۹۳)

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہر حال میں نبی کریم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔

لیجئے امام شافعی علیہ الرحمہ جیسی شخصیت کے فیصلے کے بعد زید و عمرو کی بات کی کیا وقعت رہ جاتی ہے کہ اذان سے پہلے نہ پڑھو یا پانچ منٹ کا وقفہ کر کے پڑھو، یہ من گھڑت شرط بھی امام ممدوح کے ارشاد فی کل حال کے عموم کے بعد بے کار ہو کر رہ گئی۔

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حدیث شریف سے ثبوت

ہر اچھے کام کی ابتداء درود شریف سے

حدیث شریف میں ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

کل امر ذی بال لا یبدأ فیه بحمد اللہ والصلوٰۃ علی فھو اقطع ابتر ممحوق من کل برکۃ (جامع صغیر ج ۲ ص ۹۱)

یعنی جس اچھے کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد اور مجھ پر درود پڑھنے سے نہ کی جاتے وہ کام برکتوں سے خالی ہے۔

اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اذان ایک اچھا کام ہے۔ اس حدیث میں کل امر کے عموم و استغراق میں اذان بھی آجاتی ہے لہٰذا اس کی ابتدا بھی درود شریف سے کرنا مستحسن ہے۔ اسی حدیث شریف کے پیشِ نظر علماءِ کرام ہمیشہ اپنے مواعظ واذکار ایسے اچھے کاموں کی ابتداء درود شریف سے کرتے چلے آئے ہیں، چنانچہ فیض القدیر شرح جامع صغیر میں امام عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

وقد توارث العلماء والوعاظ کابرا عن کابر ھذا الادب فحمدوا اللہ وصلوا علی نبیہ امام کل علم مفاد وقبل کل عظۃ وتذکرۃ (ج ۵، ص ۱۳)

یعنی بڑے بڑے علماء مسلسل اس پر عمل پیرا چلے آتے ہیں کہ ہر علم مفاد اور ہر وعظ اور ذکر و تذکیر سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے چلے آتے ہیں۔

اس میں علم مفاد اور ذکر و نصیحت کے جو الفاظ ہیں جن سے پیشتر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پڑھنے اور اس کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا تسلسل کے ساتھ اسلاف واکابر کا عمل چلا آیا ہے، کیا اس سے اذان مستثنیٰ ہے؟

امام بدر الدین عینی علیہ الرحمہ (م ۸۵۵ھ) کل امر ذی بال کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہر اچھے کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف سے کیوں ہونا چاہیئے۔

واما الصلوٰۃ فلان ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم مقرون بذکرہ تعالیٰ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود اس لئے کہ آپ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقرون

ولقد قالوا فی قولہ تعالیٰ (ورفعنا لك ذكرك) معناہ ذكرت حيثما ذكرت۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ا ص۱۱)

اور ملا ہوا ہے اور علماء نے آیہ کریمہ رفعنا لك ذكرك کے معنیٰ میں کہا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے محبوب! جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر ہوگا۔

لہٰذا اس حدیث کی رو سے اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بلاشبہ درست اور منشأ الٰہی ورفعنا لك ذكرك کے عین مطابق ہوا۔

مواقع درود شریف میں سے ایک موقع اذان بھی ہے

علماءِ کرام نے اس لئے اذان کو بھی ان مواقع میں سے ایک موقع و محل قرار دیا ہے جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیۂ صلوٰۃ وسلام بھیجنا مستحب ہے چنانچہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ (م ۵۴۴ھ) شفاء شریف میں فرماتے ہیں :۔

ومن مواطن الصلوۃ علیہ عند ذكرہ وسماع اسمہ او كتابہ او عند الاذان۔

(شفاء شریف ج۲ ص۵۲)

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کے مقاموں میں سے ایک مقام آپ کے ذکر کرنے یا آپ کے نامِ گرامی لینے یا لکھنے یا اذان کے وقت۔

اس میں "عند الاذان" یعنی اذان کے وقت" کی عبارت پر خوب نظر فرمالیجئے۔

اذان واقامت کے وقت درود شریف

شفاء شریف کی عبارت بالا مذکورہ کی شرح کرتے ہوئے حضرت محدث ملا علی قاری علیہ الرحمہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں :۔

(عند الاذان) ای الاعلام الشامل للاقامۃ۔ (شرح شفاء ج۲ ص۱۱۴)

اذان سے مراد اعلام ہے جو اذانِ شرعی اور اقامت دونوں کو شامل ہے۔

لیجئے اسے کہتے ہیں "یک نہ شد دو شد" نبی لغیں تو اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو روکتے تھے یہاں تو اقامت کا مسئلہ بھی بیچ میں آ گیا کہ صرف اذان کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہی مستحب نہیں ہے بلکہ اقامت کا بھی یہی حکم ہے کہ اس سے پہلے بھی صلوٰۃ وسلام باعثِ اجر وثواب ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے! | یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا
گھٹانے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا | جب بڑھائے تجھے اللہ تعالے تیرا

سلطان صلاح الدین ایوبی کا کارنامہ

شارح جلالین امام سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۰۴ھ جن کی کنیت ابوداؤد اور اسم گرامی سلیمان بن عمر بن منصور ہے مصر کے مشہور مفسر وفقیہہ علامہ ہیں (معجم المؤلفین ج ۴ ص ۲۷۱) اپنی فقہ کی مشہور کتاب فتوحات الوہاب میں فرماتے ہیں:

وکان حدث فی ایام السلطان صلاح الدین بن ایوب ان یقال قبل اذان الفجر فی کل لیلۃ بمصر والشام السلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستمر ذلک الی سنۃ سبع وستین وسبعمائۃ فزید فیہ بامر المحتسب صلاح الدین البرلسی ان یقال الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الی ان جعل عقب کل اذان واستمر الی

اور اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا اہتمام خاص اور التزام کے ساتھ سلطان صلاح الدین بن ایوبی کے زمانہ میں ہوا اور روزانہ مصر و شام میں صبح کی اذان سے قبل کہا جاتا السلام علیٰ رسول اللہ یہ چیز ۷۶۷ھ تک مسلسل اور ہمیشہ رہی اس کے بعد محتسب صلاح الدین برلسی کے حکم سے اس میں صلوٰۃ کا اضافہ کرکے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا جانے لگا حتی کہ اسے ہر اذان کے بعد تک کر دیا

الاف (ج ۱ ص ۲۱۰/۲۱۱) گیا جو ہمیشہ سے اب تک چلا آرہا ہے

علامہ نے اس میں کئی ایک معلومات جمع کر دی ہیں۔ ایک یہ کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام اگرچہ فی نفسہٖ ایک مسنون ومستحب چیز تھی لیکن اس سلسلے میں خصوصًا اہتمام والتزام کے ساتھ مسلسل صورت سلطانِ اسلام حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمتہ کے زمانہ مبارکہ میں پیدا ہوئی جن کی وفات شریفہ ۵۸۹ھ میں ہوئی جن کی سلطنت کافی حد تک خلافت راشدہ کا عکس تھی جن کے بارے میں علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں کہ :-

انہ مات ولم یترک لاولادہ	حضرت سلطان کا انتقال ہوا اور انہوں نے
دارا ولا بستانا ولا ضیعۃ ولم	اپنے پیچھے اپنی اولاد کے لیے نہ کوئی گھر چھوڑا
یوجد بیتہ غیر سبعۃ واربعین	نہ باغ نہ سامان صرف سینتالیس درہم
درھما ودینارا واحدا	اور ایک دینار چھوڑا رضی اللہ عنہ،
(دائرۃ معارف القرن العشرین (ج ۵ ص ۵۶۱)	ورضی عن اتبعہ باحسان

یہ نام کا سلطان مگر درحقیقت خدا کا محبوب انسان تھا، صاحب علم وتقویٰ تھا ایسے بزرگوں کا فعل یقینًا لائق تحسین ہی نہیں لائق اتباع بھی ہے۔

کما قال صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ

اجماع پھر اس زمانہ میں علماء کرام بھی تھے کسی عالم کی مخالفت یا خلاف کا کوئی وجود نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ کے تمام علماء کرام نے اس عمل کے جاری کرانے پر صاد فرمایا تو لازمًا یہ عمل علماء سابقین کے اجماع سے مدلل ومؤید ہوا۔ اب اس پر اعتراض وانکار مکابرہ ومعاندانہ بیجا

کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ یہ انکار بجائے خود لائق نفرین و قابلِ مذمت ہے

وہ الزام ہم پہ دھرتے تھے قصور اپنا نکل آیا

تذکیر علامہ[1] شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ دمشق میں باقی نمازوں کی اذانوں کے بعد اور جمعہ کے دن ظہر کی اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے جسے یہاں کی اصطلاح میں تذکیر کہا جاتا ہے

وھو المسمی فی دمشق تذکیرا — کہ اسے دمشق میں تذکیر کہتے ہیں جیسا کہ

کالذی یفعل قبل اذان الظھر — جمعہ کے روز ظہر کی اذان سے قبل یہ عمل

یوم الجمعۃ (فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۲۹۰) — کیا جاتا ہے۔

تذکیر کے معنی ہیں یاد دلانا اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کی بات کو یاد دلانا ہے تاکہ درود شریف کو بھولے ہوئے غافل نہ رہیں موذن کی زبان سے سُن کر پڑھنے لگیں کہ حدیث شریف میں ہے من نسی الصلوٰۃ علی فقد نسی طریق الجنۃ (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا اور جمعہ کے روز اذان ظہر سے مراد جمعہ کی ہی اذان ہے اسے اذان ظہر اس لیے کہا گیا کہ وہی ظہر کا وقت ہے اور جمعہ ظہر کے ہی وقت میں پڑھا جاتا ہے اس نسبت سے جمعہ کی اذان کو اذان ظہر کہہ دیا۔

---

[1] علامہ شامی کا اسم گرامی محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین ہے۔ آپ دمشق کے اکابر علماء و فقہاء احناف میں سے ہیں۔ آپ عظیم الشان فقیہ اور اصولی تھے علوم عقلیہ و شرعیہ پر آپکو بے مثال دسترس حاصل تھی فتاویٰ در مختار کی آٹھ ضخیم جلدوں میں عظیم الشان شرح رد المحتار کے نام سے لکھی جسے اسقدر قبولِ عام و نام حاصل ہوا کہ کسی لائبریری کی تکمیل اسکے بغیر متصور نہیں ہوتی اسے فتاویٰ شامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپکی ولادت ۱۱۹۸ھ اور رحلت ۱۲۵۲ھ میں ہوئی (معجم المؤلفین ۹۰ ص ۷۷)

امامِ ابن حجر مکی[۲] سے سوال اوران کا جواب

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ کیا اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا مسنون و مستحب ہے جیسا کہ بعد میں مسنون و مستحب ہے کیا اذان سے پہلے ایسا کرنے والے کو منع کیا جائے یا نہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مؤذن حضرات صبح و جمعہ کی اذان کے علاوہ باقی نمازوں کی اذان میں تو اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

الا الصبح والجمعۃ فانہم یقدمون فیہما علی الاذان والا المغرب لا یفعلونہ غالبًا لضیق وقتہا (فتاوی کبری ج ۱ ص ۱۳۱/۱۳۲×۱۲۹)

مگر صبح و جمعہ کی اذان سے قبل ہی صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں اور مغرب میں وقت کی تنگی کی وجہ سے زیادہ تر نہیں پڑھتے۔

۲؎ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن علی بن حجر الهیتمی المکی لقب شہاب الدین کنیت ابو العباس اور عرف ابن حجر مکی ہے۔ آپ کی ولادت ۹۰۹ھ اور وفات ۹۷۴ھ کو ہوئی اور آپ کا مزار پر انوار جنۃ المعلی شریف مکہ مکرمہ میں ہے آپ علم و عرفان کے آفتاب ہیں آپکی عظمت کی اس قدر دلیل کافی ہے۔ حضرت علامہ امام مولانا علی بن سلطان قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ جیسے عظیم الشان محدث و فقیہ بھی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپکی تعانیف میں سے "فتاوی کبریٰ" و "صواعق محرقہ" و فتاوی حدیثیہ" و "الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان" و "تحریر الکلام فی القیام عند ذکر مولد سید الانام" و "الجوہر المنظم فی زیارۃ قبر النبی المعظم" وغیرہ دنیائے علم و تحقیق میں شہرت رکھتی ہیں۔

اس کے بعد علامہ موصوف اس اہتمام کا پس منظر پیش کرتے ہیں کہ یہ چیز سلطان صلاح الدین بن ایوب علیہ الرحمتہ کے حکم سے اہتمام کے ساتھ آغاز پذیر ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حاکم معزول ابن العزیز قتل ہوگیا تو اس کی ہمشیرہ ست الملوک نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے بھائی پر جس کا نام ظاہر تھا اذان سے قبل سلام بھیجا اور یوں کہا کریں السلام علی الامام الظاہر امام ظاہر پر سلام ہو، اس کے بعد اس کے نائبوں کے دور میں یہی رائج رہا، حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمتہ نے برسر اقتدار آکر ظاہر پر سلام بھیجنے کے سلسلے کو بند کر دیا اور

وجعل بدلہ الصلوٰۃ والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنعم ما فعل فجزاہ اللہ

اس کی جگہ اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم فرمایا، خدا اُسے جزاء دے اس نے کیا ہی اچھا کام کیا۔

(فتاویٰ کبریٰ ج ۱ ص ۱۳۱)

اسی طرح امام سخاوی علیہ الرحمتہ نے القول البدیع میں لکھا ہے ملاحظہ ہو (القول البدیع صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳) پھر امام سخاوی اور امام ابن حجر مکی علیہما الرحمتہ سلطان اسلام حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمتہ کو تو اس کار خیر پر دعائے خیر دے رہے ہیں مگر افسوس کہ یہ سنیت واسلام کے مدعی اسے برا تبا کر اس کے کرنے والوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں اس کے بعد ابن حجر علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

ولم نری فی شیئ منھا التعرض للصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور ہمیں اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو منع

قبل الاذان ولا الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ولم نر ایضاً فی کلام ائمتنا تعرضا لذلک (فتاوی کبریٰ ج ۱ ص۱۳۱)

کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے سے منع کرنے کی حاجت ہے اور ہمارے ائمہ کے کلام میں بھی اس قسم کے تعرض و منع کی کوئی بات نظر سے نہیں گزری

البتہ آخر میں فرماتے ہیں۔ پڑھنے والے کو اس کے سنتِ موکدہ ہونے کا اعتقاد نہیں کرنا چاہیئے نیز امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے ایک اور مزے کی بات کی ہے وہ یہ کہ اگر موذن لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہہ دے تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔

حالانکہ محمد رسول اللہ کے الفاظ کا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون اولیٰ سے ثابت نہیں اس کے باوجود اگر کوئی ایسا کرے تو ہم اسے منع نہ کریں گے۔ جب کہ وہ اسے سنت اور اذان کی طرح ضروری تصور نہ کرے۔

اذان و اقامت سے قبل درود سُنت ہے

اذان و اقامت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مسنون و مستحب ہے اس سلسلے میں امام علامہ عثمان بن محمد شطا الدمیاطی[۱] ثم المکی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب فتح المعین میں فرماتے ہیں کہ:

[۱] علامہ دمیاطی کا نام عثمان بن محمد شطا الدمیاطی البکری الشافعی المکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کنیت ابوبکر ہے ۱۳۰۰ھ تک حیات تھے آپ بہت بڑے فقیہ و صوفی تھے آپکی تصانیف میں سے "اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین" جو چار جلدوں پر مشتمل ہے اور "الدرر البہیہ فیما یلزم المکلف من العلوم الشرعیۃ" و "کفایۃ الاتقیاء و منہاج الاصفیاء" و "القول المبرم فی ان منع الاصول والفروع من ارثھم محرم" اور "نفحۃ الرحمن فی مناقب السید احمد زینی دحلان" شہرت رکھتی ہیں (معجم المؤلفین جلد ۶ ص۲۸۰)

وقال الشيخ الكبير البكري [۲] انهما تسن قبلهما	یعنی شیخ کبیر بکری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان دونوں سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا مسنون ہے

اس کی شرح اعانۃ الطالبین میں ہے کہ:۔

ای الصلوٰۃ والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان والاقامۃ	اذان واقامت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا مسنون ومستحب ہے۔

---

[۲] صاحب اعانۃ الطالبین نے جس شیخ کبیر بکری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اذان واقامت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا سنت ہے اس شیخ کبیر بکری کا اسم گرامی علامہ امام یحیٰ بن عبداللہ بن مسعود بکری جراری سوسی ہے آپ کی کنیت ابوزکریا ہے۔ آپ کے تعارف میں عمر رضا معجم المؤلفین میں لکھتے ہیں کہ:۔

یحیی بن عبد اللہ بن مسعود البکری السوسی (ابو ذکریا) محدث توفی حوالی ۲۶۰ اھ لہ المصباح فی الاسانید الصحاح (معجم المؤلفین ج ۱۳ ص ۲۰۹)	یحیی بن عبداللہ بن مسعود بکری جراری سوسی ابوذکریا محدث تھے ان کا ۲۶۰ ھ کے اس پاس انتقال ہوا ان کی مصنفہ کتاب "المصباح فی الاسانید الصحاح" ہے۔

ایسے محدث کا اذان واقامت سے قبل درود شریف کو سنت قرار دینا یقیناً سند کے بغیر نہیں ہوگا اور وہ سند ان کی نظر میں ہوگی ہمارے اطمینان کو اسقدر کافی ہے کہ ایک عظیم الشان محدث اسے سنت کہہ رہے ہیں پھر صاحب اعانۃ الطالبین کا انکے اس ارشاد پر کوئی اعتراض کئے بغیر اسے نقل کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل سنت ہے اور ایک محدث کا اسے سنت کہنا ثبوت کو کافی وشافی ہے۔

"اہل حدیث حضرات کے اشتہارات کا جواب"

مرکزی جماعت اہلحدیث نے صلوٰۃ وسلام قبل اذان کیخلاف روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو مندرجہ ذیل اشتہار شائع کرایا۔

اذان وہی کہنی چاہیئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہلوائی

اذان سے پہلے کوئی درود ثابت نہیں

ڈائریکٹوریٹ اوقاف اسلام آباد نے اذان سے قبل مروجہ درود و سلام کے متعلق جو نوٹیفیکیشن جاری کیا ہے۔ وہ شریعت کے عین مطابق ہے۔

دین صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نام ہے اور مسلمان صرف حکم الہٰی کا پابند ہے۔ کوئی شخص کسی دینی امر میں کمی بیشی یا کسی تبدیلی کا مختار اور مجاز نہیں۔ اذان بھی ایک شرعی حکم ہے اور وہی اذان صحیح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہلوائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائی۔ فرمائش! کلمات اذان کے اندر یا اس سے پہلے کسی طرح کی کمی بیشی کی اجازت نہیں۔ کاش اس کے خلاف کہنے والے جذباتی انداز کی بجائے دلیل سے بات کرتے اور کوئی حدیث پیش کرتے۔ جس میں اذان سے پہلے مروجہ درود وسلام پڑھنے کا ثبوت ہوتا۔

★ آجکل اذان سے پہلے جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ یہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے، نہ چاروں اماموں اور نہ حضرت پیر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے بعد درود و دعا کا حکم فرمایا ہے اور درود بھی وہ جو احادیث سے ثابت ہے۔ حیرت ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے اسکو نہیں پڑھا جاتا۔ اور جو ثابت نہیں اس پر اصرار ہے۔ جماعت اہلحدیث کا مطالبہ ہے کہ ہر مسئلہ میں قرآن و سنت کو معیار بنایا جائے۔ اس میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں!

(CM-17952)

مرکزی جماعت اہلحدیث پاکستان

اس کے جواب میں عرض ہے کہ آپ حضرات کا یہ فرمانا کہ کلماتِ اذان

کے اندر یا اس سے پہلے کسی طرح کی کمی بیشی جائز نہیں "، بالکل بجا ہے اذان کے کلمات مقررہ میں کوئی مسلمان پہلے یا درمیان یا آخر میں کوئی کمی بیشی کرنے کا قائل نہیں ہے۔ لیکن سوال درود شریف پڑھنے کا ہے۔ جس کی تحقیق ہم عرض کر چکے ہیں کہ علماء کرام نے جن کی علمی عظمت وجلالت کا کسی بھی اہل علم کو انکار نہ ہوگا اذان واقامت دونوں سے قبل درود شریف پڑھنے کو نہ صرف جائز قرار دیتے ہیں بلکہ اسے مستحب ومسنون تک لکھ چکے ہیں اور آپ حضرات کا یہ فرمانا کہ آج کل اذان سے پہلے جو کچھ پڑھا جاتا ہے یہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہ خلفائے راشدین سے، نہ چاروں اماموں اور نہ حضرت پیر جیلانی سے ثابت ہے۔" ہم آپ حضرات سے پوچھتے ہیں کہ اس عدم فرمان یا عدم ثبوت کی کیا دلیل ہے۔؟ اہل حدیث حضرات یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ منقول نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ عدم نقل یا عدم ذکر عدم وجود کو کہاں مستلزم ہے؟ یعنی اگر ایک چیز کتابوں میں منقول یا مذکور نہیں تو اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ اس چیز کا وجود نہ ہو، بلکہ یہ ہرگز لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں ہم فقہاء کرام کی عبارات پیش کر چکے ہیں کہ وہ اذان واقامت سے قبل درود کو مسنون قرار دے رہے ہیں اور مسنون کے معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ اگر کسی کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گذری جس میں یہ مذکور ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان واقامت سے قبل درود شریف پڑھا جاتا تھا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے پہلے کے علماء وفقہا کی نظر سے بھی کوئی ایسی روایت نہیں گذری ہوگی ہو سکتا ہے کہ

ان کی نظر سے کوئی ایسی روایت گذری ہو بلکہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ان کی نظر سے کوئی ایسی روایت ضرور گذری ہوگی جس کی بنا پر وہ اذان کے وقت یا اذان سے قبل درود کو مستحب و مسنون قرار دیا ہے۔ چنانچہ ہم آگے چل کر حوالہ پیش کرنے والے ہیں

حدیث سے ثابت شدہ درود

اور آپ حضرات کا یہ فرمانا کہ درود وہی پڑھا جانے جو حدیث سے ثابت ہو غالباً آپ حضرات کی مراد درود ابراہیمی ہے اس کے جواب میں گذارش ہے کہ درود ابراہیمی کے پڑھنے سے کسی مسلمان کو انکار نہیں لیکن آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ وہ درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یارسول اللہ! ہم نماز میں آپ پر درود کیسے بھیجے چنانچہ آپ حضرات کے مسلم فاضل محدث جناب محمد بن اسمٰعیل صنعانی "سبل السلام" میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کی کہ:۔

فکیف نصلی علیك اذ نحن صلینا علیك فی صلوتنا "(سبل السلام جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنی نماز میں جب آپ پر درود پڑھیں تو کیسے پڑھیں؟

آپ نے اس کے جواب میں درود ابراہیمی ارشاد فرمایا اسکی شرح میں صنعانی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

والحدیث دلیل علی وجوب الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ لظاھر الامر (سبل السلام جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

یہ حدیث جس میں درود ابراہیمی پڑھنے کا امر ہے، نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر امر کی وجہ سے درود پڑھنے کے وجوب کی دلیل ہے۔

اسکے بعد ہم اہلحدیث حضرات سے یہ سوال کرنے میں بر حق بجانب ہیں کہ آپ یہ ثابت کریں کہ نماز سے باہر عام طور پر جب بھی صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے تھے۔ یہی نماز والا درود ابراہیمی ہی پڑھتے تھے اس کے

علاوہ کوئی اور درود نہیں پڑھتے تھے بلکہ کسی اور درود کے پڑھنے کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

اس کے بعد استاذ المنطق والفلسفہ وشیخ القرآن والحدیث علامہ عطا محمد بندیالوی کی طرف سے اس اشتہار کے جواب میں اشتہار شائع ہوا جس کے جواب میں اہلحدیث حضرات کی مرکزی جماعت نے "روزنامہ نوائے وقت" مورخہ ۱۰/۱۰ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو دوبارہ مندرجہ ذیل اشتہار شائع کیا۔

اذان سے قبل مروجہ درود وسلام کا اسلام میں کوئی وجود نہیں

الحمد للہ اس بات کا فیصلہ ہوگیا کہ اذان سے قبل مروجہ درود وسلام کا اسلام میں کوئی وجود نہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا نہ صحابہ کرام نے عمل فرمایا نہ تابعین کی اذان میں اس کا ذکر آیا، نہ حضرت شیخ جیلانی کی اذان میں [illegible] کا ثبوت پایا تو اب فرماتے ہیں کہ تم قرآن وحدیث اور آخر دین سے اس کی ممانعت ثابت کرو۔

جس چیز کا اسلام میں وجود ہی نہیں اس کی ممانعت کی دلیل طلب کرنا یہ خود اس بات کا اعتراف ہے کہ اذان سے پہلے مروجہ درود وسلام کا اسلام میں وجود نہیں۔ اگر اسلام میں اس کا کوئی نام و نشان ہوتا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور ائمہ دین اس سے بے خبر اور محروم کیوں رہتے یہ قصور وار ان کی توہین کا گناہ [illegible] ہے

اس طرح تو ہر بدعت کو سہارا مل جائے گا مثلاً کوئی شخص نماز فجر میں دو فرضوں کی بجائے تین فرض ادا کرے اور منع کرنے پر کہے مجھ سے فرض کی ممانعت ثابت کرو۔ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت منع ہے (سورہ نور آیت ۶۳، سورہ حجرات آیت نمبر ۱)

جہاں تک درود کا تعلق ہے کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں سوال تو یہ ہے کہ اذان سے قبل مروجہ درود وسلام کا وجود اسلام میں نہیں، دین مکمل ہو چکا ہے۔ (سورہ المائدہ پارہ نمبر ۶) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ (سورۃ احزاب۔ آیت ۲۱)

دین کا جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جس طریقے سے ہو چکا ہے اس کو بدلنا بدعت ہے جو صریحاً گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف۔ ابوداؤد شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے بعد درود و دعا کا حکم فرمایا تھا مگر ہمارے دوستوں نے نہ صرف درود کا مقام بدلا بلکہ [illegible] کی ایجاد کر لیا۔

دعا اس درود کے ساتھ متعلق ہے جو احادیث سے ثابت ہے جبکہ اذان توحید و رسالت کا بیان اور نماز کا اعلان ہے۔

حضرت بلال کا فجر کے وقت دعا پڑھنا اس سے مروجہ درود وسلام ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ تو اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت بلال کی اذان میں مروجہ درود وسلام کا کوئی وجود نہ تھا ورنہ حضرت بلال اور [illegible] دعا کے [illegible] بھی اذان سے پہلے درود وسلام [illegible] علماء کرام سے زیادہ بہتر جانتے تھے کہ اذان ایک عظیم الشان کام ہے انہوں نے اذان سے پہلے کوئی درود کیوں نہیں پڑھا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ [illegible] اور [illegible] نعروں کی بجائے اذان سے قبل مروجہ درود وسلام کا ثبوت قرآن و حدیث سے طلب کیا جائے۔

(۹۰۰۱۹)

مرکزی جماعت اہلحدیث پاکستان

یہ توہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ درود شریف کے اذان سے قبل پڑھے جانے کے بارے میں کسی روایت کا نہ ملنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ فی الواقع پڑھا ہی نہیں جاتا تھا۔ تاتاریوں نے جب بغداد پر حملہ کیا تو انہوں نے اسلامی کتابوں کے بہت سے ذخائر جلا ڈالے اور جو جلانے کے باوجود ختم ہونے کو نہ آئے انہیں دریا میں پھینک دیا گیا۔ آج ایسی کتابوں کے نام صفحۂ تاریخ میں موجود ہیں جن کا وجود نہیں ملتا اور بعض ایسی کتابیں ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں اور ان کے قلمی نسخے صدیوں پرانی لائبریریوں میں محفوظ ہیں، اس لیے بعض حوالے بعض بزرگوں کی نظر سے گذرتے ہیں تو وہ ان حوالوں کی روشنی میں مسئلہ کا حکم بیان کر دیتے ہیں لہٰذا ان کی علمی جلالت، تقویٰ اور دیانت کے پیشِ نظر ان کا بیان کرنا ہی کافی ہے، مادہ تسلیم حق رکھنے والوں کے لیے تو اس قدر سند کافی ہے متعصب کے لیے نہیں بلکہ متعصب حضرات تو کچھ اور ہی رنگ دکھاتے ہیں کہ کتابوں کے حوالوں کو ہی غائب کر دیتے ہیں چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی ایک کتاب "الادب المفرد" کے نام سے مشہور و معروف ہے اس میں ایک جگہ یہ حدیث ہے کہ "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا تو کسی نے ان سے گذارش کی " اذکر احب الناس الیک " کہ تمہیں جن کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو ان کو یاد کرو (تمہارا پاؤں فوراً ٹھیک ہو جائے گا) انہوں فوراً پکارا " یا محمد " اس سے ان کا پاؤں فوراً ٹھیک ہو گیا (الادب المفرد ص ۱۴۲ مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ)

حال ہی میں شیخوپورہ کے ایک اہلحدیث مکتبہ نے اس کتاب کو طبع کر کے شائع کیا ہے لیکن "یا محمد" کے لفظ میں سے "یا" کلمہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے کے

جو اس پر دلالت کرتا ہے حذف کر ڈالا۔ اہل حدیث حضرات کی یہ حرکت جو نہ صرف تعصب کی انتہا ہے بلکہ ایک دینی و علمی بددیانتی اور انتہائی پست ذہنیت کی دلیل بھی ہے۔ اس سے اس بات کا خطرہ بھی ہے کہ حضرات اہل حدیث کے کی اس قسم کی حرکات سے بہت سے حقائق مسخ ہو کر آنے والی نسلوں کے لیے گمراہی کا باعث بن جائیں۔

(۲) آپ حضرات کا یہ اعتراض کہ کوئی شخص نماز فجر میں دو فرضوں کی بجائے تین فرض ادا کرے اور منع کرنے پر کہے کہ تیسرے فرض کی ممانعت ثابت کرو تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت منع ہے۔" اس کے جواب میں اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ کسی فرض یا سنت میں بحیثیت فرض و سنت کے (یعنی اسے فرض و سنت تصور کرتے ہوئے) اضافہ یا اس میں کمی کرنا ممنوع ہے اور اگر فرض کے اعتقاد کے بغیر بطور استحباب نفل کچھ مزید پڑھنا چاہے تو جائز ہے مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے چار فرض پڑھے اور کوئی مسلمان چار فرض پڑھ کر کتنے ہی نوافل پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے اسے کوئی بھی نماز ظہر میں اضافہ کہکر اس کو اس نیک کام اس سے منع نہیں کرے گا یہی حال درود اور اذان کا ہے۔

حدیث میں ہے "انما الاعمال بالنیات" کہ عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ لہذا اس کا دارومدار بھی نیت پہ ہے اگر ہمیں کسی خاص شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اسے سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھتا ہے تو اس کو اس اعتقاد کے ساتھ پڑھنے سے منع کیا جائے گا ورنہ منع کرنے کی وجہ نہیں۔ نیز آپ حضرات نے جو یہ حدیث کا ترجمہ

شائع فرمایا کہ "دین کا کام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس طریقہ سے ہو چکا ہے اس کو بدلنا بدعت ہے، جو صریحاً گمراہی ہے"۔ اس سے بھی آپ کو مغالطہ لگا ہے اذان کو کسی نے نہیں بدلا وہ من وعن موجود ہے۔

اذان کے بعد درود پڑھنے کا بلاشبہ حکم ہے وہ بھی پڑھا جاتا ہے لیکن اذان سے قبل پڑھنے میں بھی حرج نہیں اور بعد میں پڑھنے کا آپ حضرات کو تو اعتراف ہے تو کیا بعد میں درود پڑھنے سے اذان میں اضافہ قرار نہیں پائے گا۔؟ بہر صورت اضافہ ہی ہے پہلے ہو یا بعد میں، اگر بعد میں درود پڑھنے سے اذان میں اضافہ لازم نہیں آتا جس کا آپ حضرات کو بھی اعتراف ہے تو پہلے پڑھنے سے اذان میں اضافہ کیوں لازم آگیا۔؟

اذان سے قبل دُعا

آپ حضرات اس بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے قبل ہمیشہ یہ دُعا کرتے تھے۔

اللھم انی احمدك واستعينك على قريش ان يقيموا دينك قالت ثم يوذن والله ما علمته كان تركها ليلة واحدة هذه الكلمات (ابوداؤد شریف جلد ا ص۷۷)

اے اللہ میں تیری تعریف کرتا اور قریش کے بارے میں تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ انہیں ہدایت اور توفیق دے کہ وہ تیرا دین قائم کریں اس حدیث کی راوی صحابیہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم میرے علم میں یہ بات نہیں کہ حضرت بلال نے ان دعائیہ کلمات کو کسی ایک رات ترک کیا ہو۔

اس حدیث پر غور فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ نے حضرت بلال کو صرف اذان کی تعلیم فرمائی تھی، اذان سے قبل ان کلمات کے کہنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی تھی۔ انہوں نے خود ہی یہ دُعا ایجاد کی اور اذان سے قبل التزاماً ہمیشہ یہ دُعا مانگتے رہے، حالانکہ دُعا کا محل اذان کے بعد ہے مگر (درود پر اعتراض کی صورت میں) ان پر بھی یہ الزام آتا ہے کہ اُنہوں نے دُعا کا محل بدل ڈالا نیز درود ابراہیمی کے سلسلے میں بھی اہل حدیث حضرات کو اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ اس کا محل چونکہ نماز ہے چنانچہ ہم "سبل السلام" کے حوالہ سے عرض کر چکے ہیں اس لیے نماز سے باہر اس درود کو نہ پڑھا جائے کیونکہ حدیثوں سے ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے یہ درود نماز سے باہر کہیں پڑھا ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ اذان سے قبل ہمیشہ ہمیشہ ان دعائیہ کلمات کا پڑھنا اس بات کا ثبوت ٹھہرتا ہے کہ اذان سے قبل درود پڑھنا بھی جائز ہے۔ جیسے حضرت بلالؓ دعا کو دعا سمجھ کر اور اذان کو اذان تصور کرتے ہوئے پڑھتے تھے اور اور اس اذان میں نہ تو اضافہ لازم آیا اور نہ ہی اس طریقہ میں تبدیلی ٹھہری جس کی حضور نے انہیں تعلیم دی ایسے ہی اذان سے قبل درود سے بھی نہ تو اضافہ لازم آتا ہے اور نہ ہی اسے اذان کے طریقہ میں تبدیلی قرار دیا جائے گا۔ تو جب اذان سے قبل دعا مانگنا جائز ہے تو درود بطریق اولی جائز ہوگا کیونکہ درود دعا سے افضل ہے بلکہ اس میں دُعا بھی ہے زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائیگا کہ اذان سے قبل درود بدعت ہے اس کا جواب ہم عرض کر چکے ہیں کہ بدعت سیئہ نہیں بلکہ مسنون و مستحب ہے۔ جب علماء اسے سنت یا مسنون قرار دے رہے ہیں تو یہ بدعت سیئہ

کیسے ہوا اور اگر بالفرض بدعت ہی مان لیا جائے تو بدعت حسنہ ہوگی اور بدعت حسنہ از روئے حدیث " من سنّ فی الاسلام سنۃ حسنۃ (جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اسے اس کا ثواب ہوگا اور ان سب کے ثواب کے برابر بھی ثواب ہوگا جو اس کے اس اچھے طریقے پر عمل کریں گے جبکہ ان کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی (مشکوٰۃ) اور از روئے حدیث " ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن یعنی جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ اچھا ہے " کی رو سے سنت حسنہ ہی ہے لہٰذا بدعت حسنہ کو برا کہنا یا برا سمجھنا حدیث مذکور کا انکار ہے جو ایسے لوگوں سے متوقع نہیں جو اہل حدیث کہلاتے ہوں۔

ابن عبدالوہاب نجدی نے ایک درود پڑھنے والے مؤذن کو قتل کرادیا۔

آپ اہل حدیث حضرات کا یہ فرمانا کہ درود اذان کے بعد پڑھنا ثابت ہے یہ بھی محض عوام کو گمراہ کرنے کے لیے ہے ورنہ آپ حضرات کے پیشوا ابن عبدالوہاب تو لوگوں کو اذان کے بعد بھی درود پڑھنے سے منع کرتا تھا بلکہ خطیب و امام و فقیہ حرم مکہ مکرمہ علامہ امام سید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ کے حوالہ کے مطابق

ابن عبدالوہاب نجدی۔

" شب جمعہ کو اور مناروں پر بلند آواز سے درود پڑھنے کو منع کرتا تھا جو ایسا کرتا اسے سخت سزا دیتا یہاں تک کہ ایک نابینا شخص جو مؤذن صالح اور خوش آواز تھا اسے ابن عبدالوہاب نجدی نے بعد اذان منارہ میں درود پڑھنے سے منع کیا جب اس شخص نے نہ مانا اور اذان کے بعد درود پڑھا تو نجدی نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ زانیہ کے گھر میں رباب چنگ (گانا باجا) کا گناہ، منارہ میں درود پڑھنے سے

بہت کم ہے۔

(ملاحظہ ہو الدررالسنیہ صفحہ ۴۲ (اردو ترجمہ) مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)
اس سے معلوم ہوا کہ آپ حضرات کے نزدیک تو اذان کے بعد بھی درود پڑھنا بڑا جرم ہے جس کی سزا قتل ہے اور یہ جو آپ اپنے اشتہار میں اذان کے بعد کے جواز کا اعتراف فرما رہے ہیں یہ بھی دل سے نہیں فرما رہے ہے ورنہ آپ حضرات کی مساجد میں اذان کے بعد درود پڑھا جاتا معلوم ہوا کہ آپ اس کے قائل ہی نہیں آپ حضرات کا اہل حدیث کہلا کر اس حدیث پر عمل نہ کرنا ناقابل فہم بات ہے۔

نیز اہل علم حضرات سے یہ حقیقت مخفی نہ ہوگی کہ درود شریف پڑھنا بحکم وبہ امر خداوندی فرض ہے اور جب بھی کوئی شخص درود شریف پڑھے گا تو وہ اسی امر خداوندی کا ہی بجالانے والا قرار پائے گا۔

اگرچہ اذان سے قبل استحباب کی نیت یا استحباب کے اعتقاد سے اس کا التزام کرنا بدعت حسنہ ہو لیکن اپنی اصلیت کے اعتبار سے یہ فرض اور امر خیر کی ابتداء میں درود شریف پڑھنے کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اس کے لحاظ سے یہ سنت ہوگا۔ لیکن ان احکام کے باوجود اسے ناجائز و بدعت سیئہ قرار دینا، ایک فرض خداوندی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سیئہ (برا ہونے) کی نسبت کرنا ہے اور یہ بات کسی ادنیٰ شعور رکھنے والے مسلمان سے متوقع نہیں ہے

درود و اذان میں وقفہ یا فصل

بلاشبہ درود و اذان کے درمیان وقفہ یا فصل ضروری ہے۔ ہم درود و اذان کو وصل کے ساتھ یا باہم ملا کر پڑھنے سے پرہیز کرتے ہیں اور پرہیز کرنے کی تلقین بھی کرتے ہیں اور جہاں تک ہماری معلومات یا مشاہدہ کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اذان سے قبل درود و سلام پڑھنے والے حضرات مؤذنین وقفہ اور فصل کرتے ہیں دونوں کو ملا کر نہیں پڑھتے۔

وقفہ یا فصل کی لغوی تعریف

بعض حضرات کا خیال ہے کہ درود و اذان کے درمیان پانچ منٹ کا وقفہ ہونا چاہیئے بعض حضرات دو تین منٹ کا بھی فرماتے ہیں لیکن یہ ان کا ذاتی خیال ہے جو شرعی اعتبار سے واجب الاتباع نہیں، کیونکہ وقفہ شرعی اصطلاح میں اس سے مختلف چیز ہے اور درود و اذان کے درمیان وہی وقفہ یا فصل معتبر ہوگا جو شرعاً مسلم و معتبر ہے۔ وقفہ، وَقَفَ، یَقِفُ وَقْفًا سے ماخوذ ہے جس کے معنی ٹھہرنے اور ٹھہرانے کے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

۱۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ (الصافات ۲۴)
اور ان کو ٹھہراؤ بے شک ان سے پوچھا جانے والا ہے

۲۔ وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ
اور اگر تم دیکھو جب انہیں دوزخ

فقالوا یالیتنا نرد (الانعام ۲۷) کی آگ پر لا کھڑا کیا جائے گا تو بول اٹھیں گے کہ کاش ہم واپس بھیجے جائیں

ائمہ قراء کے نزدیک وقف کی تعریف

منجد میں سائمہ قراء کے قول کے مطابق وقفہ یا وقف کی تعریف لکھتے ہیں۔

وقف القارى على الكلمة نطق بها مسكنة الآخر قاطعا لها عما بعدها (ص ۹۱۴) قاری نے کلمہ پر وقف کیا یعنی اسے آخر میں یوں ساکن کر کے پڑھا کہ اسے اس کے بعد والے کلمہ سے کاٹ دیا۔

اقسام وقف

پھر وقف کی دو قسمیں ہیں وقف اختیاری اور وقف اضطراری پھر وقف اختیاری کی تین قسمیں ہیں وقف تام، وقف کافی اور وقف حسن اور وقف اضطراری چونکہ وقف قبیح ہے کہ وہ غیر محل میں اور انقطاع تنفس کی ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اگلے سانس میں اس کا ازالہ ضروری ہو جاتا ہے وقف تام ایسے کلام یا جملہ کے آخر میں سانس توڑ کر وقفہ کرنا اور تنفس کو استراحت پہنچانا ہے جس کا اگلے کلام سے بالکل تعلق نہ ہو، نہ الفاظ کے لحاظ سے اور نہ ہی معنی کے اعتبار سے۔ امام حافظ ابوالخیر محمد بن محمد دمشقی جو امام جزری کے عرف سے پہچانے جاتے ہیں جن کی وفات ۸۳۳ھ میں ہوئی۔ فن قراۃ کی مشہور کتاب "النشر فی القراءۃ العشر" میں وقف تام کی تعریف کے بعد لکھتے ہیں کہ۔

فهو الذى اصطلح عليه الائمة یہ وہی وقف ہے جسے ائمہ کرام اپنی

بالتام لتماهه المطلق
(المکرر فی القراءة العشر جلد ا صـ ۲۲۶)

اصطلاح میں وقف تام کہتے ہیں۔ کیونکہ
یہ وقف مکمل طور پر پورا وقف ہے۔

اسی وقف تام کو ترسیل
بھی کہتے ہیں چنانچہ المنجد میں ہے کہ:۔

رسل فی القراءة رتّل
ویقال رسّل قراءته
ای رتلها و رسل فی القراءة تأنی
ترسل تمهل و ترفق (صـ ۲۵۹)

اس نے قراءت میں ترسیل کی یعنی قرآن
کو ٹھہر ٹھہر کر وقفہ وقف کے ساتھ پڑھا،
ایک جملہ کے بعد دوسرے جملہ کو کچھ مہلت
اور دیر کے ساتھ پڑھا۔

وقف کی فقہائے کے نزدیک تعریف

مسئلہ اذان واقامت کی بحث میں لکھتے
ہیں کہ اذان میں ترسیل سنت ہے
یعنی اس کے ہر ایک کلمہ کو وقف کے ساتھ اور دوسرے کلمہ سے جدا جدا کرکے پڑھنا
جبکہ تکبیر میں حدر سنت ہے یعنی تکبیر کے ہر دو کلموں کو وصل کے ساتھ پڑھنا
درمیان میں وقف نہ کرنا سنت ہے۔

درود و اذان کے درمیان فرق کے لیے بھی ایک تو وقفہ ضروری ہے
اور اس وقفہ کی صورت یہ ہے کہ درود شریف کے آخر میں توقف کرے
درود و اذان کے کلمات کو وصل کے ساتھ اور باہم ملاکر نہ کہے۔ جیسے اذان
وتکبیر کو یوں فرق کرکے پڑھا جاتا ہے چنانچہ امام اکمل الدین محمد بن محمود
بابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں حدیث انس کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے
ہیں کہ:۔

ان یؤذن بصوتین ویقیم بصوت

اذان کے ہر کلمہ کو دو آوازوں کے ساتھ کہے

واحد الى ان قال، وافصل صوته و
يفصل بين كلمتى الاذان بسكتة
مطولا غير مطرب وهو الترسل
من ترسل فى قراءته اذا تمهل
فيها و توقف ولا يفصل بين
كلمتى الاقامة بل يجعلها كلاهما
واحدا وهو الحدر ويكون
صوته اخفض من صوت الاذان
(العناية شرح الهداية جلد ا صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴)

اور تکبیر (کے ہر دو کلموں) کو ایک آواز
کے ساتھ کہے اور اذان میں آواز کو اونچا
کرے اور اس کے ہر دو کلموں کے درمیان
طویل سکتہ کے ساتھ لمبا کرے گانے کے
انداز میں نہیں اسی کا نام ترسل ہے
"جو ترسل فی قراءۃ" سے ماخوذ ہے جبکہ ٹھہر ٹھہر
کر وقفہ کیا تھا قراءۃ کرتے تکبیر کے ہر دو کلموں
میں فصل نہ کرے بلکہ وصل کرے دونوں کو ایک کلام
بنائے اور یہی حدر ہے اور اپنی آواز کو اذان
کی آواز سے پست کرے۔

امام اکمل الدین نے اذان واقامت میں جو فرق بتایا کہ اذان کے ہر کلمہ کو وقف تام
کے ساتھ ادا کرے یعنی دونوں کلموں کے درمیان وصل نہ کرے بلکہ وقف کرے
آواز کو لمبا کرتے ہوئے سکتہ کرے۔ معلوم ہوا کہ وقف یا وقفہ جسے فقہی و شرعی لحاظ سے
وقف اور وقفہ یا فصل کہتے ہیں وہ یہی ہے مگر چونکہ تکبیر مسجد میں موجود نمازیوں کو جماعت
کے قائم ہونے کی اطلاع ہے اس لیے اسے اذان کی طرح اونچی آواز سے کہنے کی حاجت
نہیں جبکہ درود شریف اونچا پڑھنے سے شیطان جلتا ہے لہذا اسے مناسب آواز
کے ساتھ اونچا پڑھنے میں حرج نہیں۔ معلوم ہوا کہ فقہاء و قراء کے نزدیک وقف
تام و فصل کی ایک ہی تعریف ہے۔

اذان و اقامت کے درمیان کا وقفہ

وقفہ خواہ قراء کرام کے نزدیک وقف

نام کے نام سے ہو یا فقہاء کرام کے نزدیک فصل کے نام سے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔؟

چنانچہ اذان واقامت کے درمیان ہے۔ امام اکمل الدین عنایہ شرح ہدایہ میں صاحب ھدایہ کے قول جو انہوں نے امام صاحب سے نقل کیا ہے فیکتفی باد نی الفصل کو مغرب کی اذان واقامت کے درمیان کم از کم فصل پر اکتفاء کیا جائے گا کے تحت لکھتے ہیں کہ :۔

لا خلاف ان وصل الاذان بالاقامة مکروہ (جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اذان و اقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے (یعنی وقف نہ کرنا ناپسندیدہ ہے)

پھر اس کی وجہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اذان سے مقصود لوگوں کو اس بات کی اطلاع دینا ہے کہ نماز کا وقت داخل ہو گیا ہے تاکہ وہ نماز کے لیے وضو کی تیاری کریں اور مسجد میں نماز با جماعت کے لیے حاضر ہوں اور اذان واقامت کے درمیان وصل سے یہ مقصد فوت ہو جائے گا۔ پھر لکھتے ہیں کہ نماز اگر ان نمازوں میں سے ہو جن سے پہلے سُنتیں یا نوافل پڑھے جاتے ہیں تو اذان واقامت کے درمیان سُنتیں یا نوافل پڑھ کر فصل کرے اور اگر سنتوں یا نوافل سے فصل نہ کرتا ہو تو اذان اور تکبیر کے درمیان تھوڑی سی دیر بیٹھ کر فصل کرے گا تاکہ اس سے مقصود حاصل ہو۔ اور اگر اس نماز سے پہلے سنتیں اور نوافل ہی نہ ہوں جیسے نماز مغرب ہے تو پھر بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ اذان واقامت کے درمیان فصل ضروری ہے لیکن اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔

امام اعظم کے نزدیک وقفہ کی حد مقرر

فعند ابی حنیفة یستحب ان یفصل بینهما سکتة قائما مقدار ما تمکن فیه من قراءة ثلاث آیات قصار او آیة طویلة و فی روایة عنه مقدار ما یخطو ثلاث خطوات ثم یقیم

تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک مستحب ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان کھڑے کھڑے اس قدر سکوت و خاموشی کے ساتھ فصل کرے کہ اس میں تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی آیت کا پڑھنا ممکن ہو اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت تین قدم چلنے کے بہ قدر سکوت اختیار کرنا بھی منقول ہے پھر وہ تکبیر کہے۔

(العنایہ شرح الھدایہ جلد ۱ ص ۲۴۶)

درود و اذان کے درمیان کس قدر وقفہ ہو؟

یہ وقفہ جو اذان و اقامت کے درمیان امام صاحب سے منقول و مستحب ہے۔ اور یہ کم از کم وقفہ ہے یعنی چھوٹی سے چھوٹی تین آیتوں یا ایک لمبی آیت پڑھنے یا تین قدم چلنے کے بقدر سکوت کرنا بھی وقفہ ہے اور اس قدر خاموشی فن قراءۃ میں وقف تام ہے اور یہ تقریبا دس بارہ سیکنڈ کا وقفہ ہوتا ہے اور یہ کم سے کم ہے جس کے بعد درود و اذان کے درمیان وصل یا عدم وقفہ کا تصور ہی باقی نہیں ہوگا

اس سے زیادہ وقفہ کرنا ہر ایک کی مرضی پر منحصر ہے۔ چنانچہ مصری قراء کرام کو سُنا گیا ہے کہ وہ وقف تام پر اسی قدر خاموشی اختیار کرنے کے بعد ہی اگلی آیت کو شروع کرتے ہیں لہٰذا درود و اذان کے درمیان بھی اسی قدر وقفہ کافی ہے اس کے علاوہ پانچ منٹ یا تین منٹ کے وقفہ کا مطالبہ کرنا نا قابل فہم بات ہے۔ یعنی چھوٹی سے چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت یا تین قدم چلنے کے بقدر وقفہ معتبر ہوگا موذنین اہل سنت اس مسئلہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس پر عمل کریں نیز اذان کے بعد درود شریف پڑھنا نہ بھولیں تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی عمل میں آئے اور درود کی برکتیں دوبالا ہوں

—————

صلوٰۃ وسلام مع القیام

بعض لوگ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں اور خصوصاً جب ذکر میلاد شریف ہو ایسے موقع پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے حالانکہ یہ طریقہ ان کے اکابر علماء اور مشائخ میں بھی جاری رہا اور جلیل القدر ائمہ دین اور اعلام امت عمل مولد وقیام میلاد کے عامل رہے انسان العیون (سیرۃ حلبیہ)

ومن الفوائد انہ جرت عادۃ من الناس اذا سمعوا بذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیماً لہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا القیام بدعۃ لا اصل لہا ای لکن ھی بدعۃ حسنۃ لانہ لیس کل بدعۃ مذمومۃ

(سیرت حلبیہ جلد اول ص)

اور فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اکثر وبیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری ہو گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کا ذکر سنا فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔

آگے چل کر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں

وقد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الأمۃ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعہ علی ذلک مشائخ الاسلام فی عصرہ فقد حکی بعضھما الامام السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے۔ امت محمدیہ کے جلیل القدر عالم امام تقی الدین سبکی جو دین اور تقویٰ میں ائمہ کے مقتدا ہیں اور اس پر ان کے تابع ہوئے تمام مشائخ اسلام جو ان کے ہمعصر تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام سبکی کے

من علمائے عصرہ فانشد منشد قول الصرصری فی مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

پاس ان کے ہمعصر علماء کرام بکثرت جمع ہوئے ایک مداح رسول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے۔

"قلیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذہب
علی ورق من خط احسن من کتب
وان تنہض الاشراف عند سماعہ
قیاما صفوفا اوجیثا علی الرکب"

"اگر چاندی پر سونے کے حروف سے بہترین کاتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح لکھے تب بھی کم ہے"
"بیشک عزت و شرف والے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل سن کر صف بستہ قیام کرتے ہیں یا گھٹنوں پر دو زانو ہو جاتے ہیں"

فعند ذلک قام الامام السبکی رحمہ اللہ وجمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر بذالک المجلس ویکفی مثل ذلک فی الاقتداء - (انتہی)
(سیرۃ حلبیہ جلد اول ص)

یہ اشعار سن کر امام سبکی کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ تمام اہل مجلس، مشائخ و علماء بھی کھڑے ہو گئے۔ اور اس وقت بڑا انس حاصل ہوا، مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی، اور اس قسم کے واقعات مشائخ و علماء کی اقتداء کے بارے میں کافی ہوتے ہیں" انتہی (سیرۃ حلبیہ جلد اول ص)

نزہۃ المجالس میں ہے:۔ القیام عند ولادتہ لا انکار فیہ فانہ من البدع المستحسنۃ وقد افتی جماعۃ باستحبابہ عند ذکر وقال جماعۃ بوجوب الصلوۃ علیہ عند ذکرہ و ذلک من الاکرام و التعظیم لہ صلی اللہ علیہ وسلم واکرامہ و تعظیمہ واجب علی کل مؤمن

(نزہۃ المجالس جلد دوم ص۱۰۴) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر

ولادت کے وقت کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بلا شک وشبہ بدعت مستحسنہ ہے اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور علماء کی ایک جماعت نے حضور کے ذکر ولادت کے وقت صلوٰۃ وسلام کو واجب قرار دیا ہے، اور یہ آپ کی تعظیم وتکریم ہر مسلمان پر واجب وفرض ہے۔

اور استاد المحدثین حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم سیرت حلبیہ کے حوالہ کے بعد لکھتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ وعلماء کی اقتدا کافی ہے۔ بالکل یہی مضمون اور منقولہ بالا دونوں شعر اور اس کے بعد امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام رفقاء اہل مجلس کا قیام علامہ شیخ اسمٰعیل حقی بروسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ارقام فرمایا ملاحظہ فرمایئے تفسیر روح البیان، جلد ۹ ص ۵۶

اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں: "اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں"

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص ۵)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں:

اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا، ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔

(شمائم امدادیہ ص ۹۳)

محفل میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے اگر احتمال

تشریف آوری کیا جاوے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں"۔ انتہی۔

(شمائم امدادیہ ص ۹۳)

دنیا میں کروڑوں جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم رنجہ فرمانا حضرت حاجی صاحب کے نزدیک بعید نہیں اور حضور کی تشریف کا خیال کرنا ہی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے منکر ہیں اس اعتقاد کو معاذ اللہ کفر و شرک سمجھتے ہیں، وہ شمائم امدادیہ کی منقولہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں۔

رہا یہ امر کہ قیام میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی کیا دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشاد خداوندی "صلوا علیہ وسلموا تسلیما" مطلق ہے، ہر وہ حالت جو شرعاً صلوٰۃ و سلام کے لیے مکروہ اور نامناسب نہیں آیۂ کریمہ کی رو سے اس میں صلوٰۃ و سلام جائز ہوگا، ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ قیام میلاد ذوق و شوق کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ حال درود و سلام کے لیے بہت موزوں اور مناسب ہے، یہی وجہ ہے کہ اس وقت "یا" حرف ندا کے ساتھ بصیغہ خطاب صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں، کیونکہ حالتِ ذوق میں محبوب کو خطاب کرنا فطری امر ہے۔ اور "یا" حرف ندا سے خطاب کو ناجائز سمجھنا انتہائی محرومِ القسمتی کی دلیل ہے۔

اوراد فتحیہ میں ص۳۲ سے ص۳۴ تک "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کا ورد موجود ہے اور اس میں سترہ مرتبہ "یا" حرفِ ندا کے ساتھ صلوٰۃ و سلام وارد ہے اس میں اوراد فتحیہ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں

"وچوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از تبرکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل جمع شدہ است"

"جب سلام پھیرے اور اوراد فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو کہ ایک ہزار چار سو ولی کامل کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۲۴/۱۲۵ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی)

الحمد للہ ہمارے بیان کردہ حوالجات و عبارات سے انعقاد محفل میلاد کا استحباب

اور قیام میلاد و صلوٰۃ و سلام کا جائز اور موجب ازدیادِ محبت و باعثِ ذوق و شوق ہونا اچھی طرح واضح ہو گیا۔ معترضین کے شکوک و شبہات کے جواب بھی احسن طریقے سے دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید عالم نورِ مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنے مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مقالات کاظمی جلد اول صـ۹۶)

حرفِ آخر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء وسید الکائنات اور اللہ تعالےٰ
کے محبوب ترین بندے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں واضح طور پر
اعلان فرما دیا کہ وہ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے
ہیں نیز اس نے مسلمانوں کو بھی آپ پر خوب درود وسلام پڑھنے کا حکم
دیا۔ اسی حکم میں اطلاق ہے کسی قسم کی کیفیت کی شرط وقید نہیں کہ کھڑے ہو کر
پڑھو یا بیٹھ کر، انفرادی طور پر پڑھو یا اجتماعی طور پر اور مل کر اور کسی وقت کی
تخصیص و شرط بھی نہیں کہ فلاں وقت پڑھو اور فلاں وقت نہ پڑھو فلاں چیز سے
پہلے پڑھو یا نہ پڑھو اور کسی صیغہ و لفظ کی شرط وقید نہیں کہ فلاں لفظ کے ساتھ
پڑھو اور فلاں لفظ کے ساتھ نہ پڑھو لہٰذا ایک مسلمان کو قرآن کریم کی رُو سے پوری
آزادی ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر جس وقت میں چاہے اور اپنے
ذوق کے مطابق بہتر سے بہتر جس صیغے کے ساتھ چاہے پڑھے۔ معترضین کا درود
پر پابندی لگانا کلام الٰہی پر زیادتی کرنا اور اپنے گھر کی شریعت گھڑنا ہے
درود شریف اذان کے بعد پڑھنے کا حکم ہے ہم اہل سنت وہ بھی پڑھتے
ہیں اور ہر مؤذن کو بعد میں ضرور پڑھنا چاہیئے اور پہلے پڑھنا بھی مسنون و
مستحب ہے بلکہ اہل سنت کو چاہیئے کہ اقامت و تکبیر سے پہلے بھی درود شریف
پڑھا کریں جیسا کہ ہم کتابوں کے حوالوں سے لکھ چکے ہیں کہ اذان واقامت
دونوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب و مسنون ہے اس
سے اہل سنت کے دل اور فرحت و مسرت محسوس کریں گے۔

دم میں جب دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

کتاب و سنت و اجماع کے علاوہ قیاسی طور پر بھی اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ ایک امر مستحسن معلوم ہوتا ہے کہ اذان بھی اور درود بھی۔ دو عبادتوں کا ایک وقت میں جمع ہونا عقلی طور پر کسی قباحت کو مستلزم نہیں بلکہ جائز و مستحسن ہی ہے۔ جیسے وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے اگر کوئی چوتھی بار سنت سمجھ کر دھوئے تو ناجائز ہے ہاں سنت تین بار کو ہی سمجھے لیکن چوتھی بار بغیر اعتقاد سنت کے دھوئے تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ اسی طرح اذان کو سنت مؤکدہ کی حیثیت سے کہتا ہے اور اس سے قبل درود کو محض مسنون و مستحب اعتقاد کر کے پڑھتا ہے تو جائز ہے جیسا کہ امام ابن حجر کے قول سے واضح ہے۔ اسی طرح وضو ایکبار ہی فرض ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد کوئی شخص پہلے وضو کے ساتھ ہی دوسری بار وضو کر کے دونوں کو اکٹھے کر لیتا ہے جبکہ ایک وضو کو فرض اور اس خیال سے کہ وضو پر وضو نور علیٰ نور ہے دوسری بار وضو کر لیتا ہے تو شریعت کو اس پر کیا اعتراض بلکہ حسن نیت سے دوسری بار وضو کرنے سے ثواب کا مستحق ہوگا۔ یہی درود و اذان کی دونوں عبادتوں کے جمع کرنے کا مسئلہ ہے۔

دلائل اربعہ کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے چار اصول ہیں کتاب الٰہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اجماع اور قیاس۔ بحمدہ تعالےٰ ان چاروں دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اذان و اقامت سے قبل درود و سلام پڑھنا بدعت نہیں بلکہ مستحب و مسنون ہے۔

اللہ تعالےٰ قبول حق کی توفیق بخشے۔ آمین۔

فقط طالب دعا

مفتی غلام سرور قادری جامعہ غوثیہ

مین مارکیٹ گلبرگ لاہور۔